

# حرمت والے چار مہینے

ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إن الزمان قد استدار كهيئته يوم خلق الله السماوات والأرض . السنة اثنا عشر شهرا منها أربعة حرم: ثلاث متواليات: ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب مضر الذي بين جمادى وشعبان .))

”زمانہ گھوم کر اپنی اسی ہیئت میں آچکا ہے جو اس دن تھی جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی تھی۔ سال بارہ مہینے پر مشتمل ہے جن میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں: تین مہینے اوپر تلے، یعنی ذو القعدة، ذو الحجہ اور محرم اور قبیلہ مضر کا ماہ رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان آتا ہے۔“

## بہت مشکل ہے!

بہت مشکل ہے! ہم اپنی روزمرہ زندگی میں یہ جملہ اکثر بولتے اور سنتے ہیں۔ کسی قانون پر عمل کرنا ہو، کوئی ناپسندیدہ کام کرنا ہو، یا جس بات پہ ہم دل سے راضی نہ ہوں، تو یہ جملہ منہ سے نکل جاتا ہے۔

بعض اوقات دین اسلام کا کوئی حکم سن کر بھی ہم کہہ اٹھتے ہیں: ”آج کے دور میں ایسا ہونا بہت مشکل ہے۔“

یہ بات سن کر مجھے کئی سال پہلے پڑھی ہوئی ایک کتاب یاد آ جاتی ہے۔ کتاب کا نام ہے Struggling to Surrender اور لکھی ہے Jeffery Lang نے۔ یہ کتاب لائبریری میں اتفاقاً میرے ہاتھ لگی۔ چند صفحات دیکھنے پر اتنی دلچسپ لگی کہ میں نے اسے ایٹو کر لیا۔

ڈاکٹر جیفری لینگ پی ایچ ڈی ریاضی ہیں۔ رومن کیتھولک عیسائی ماں کے بیٹے، مگر خود خدا کے منکر (Atheist) تھے۔ بچپن سے پڑھائی میں لائق، عام امریکی نوجوانوں کے برعکس سنجیدہ علمی انسان۔ ۲۷ برس کی عمر میں یونیورسٹی میں پڑھانے لگے۔

پھر کیا ہوا کہ چالیس برس کی عمر کے بعد بار بار آنے والے ایک خواب (Recurring Dream) سے متعلق عجیب و غریب واقعات کے بعد اور بہت جستجو، تحقیق اور برسوں کے مطالعے کے بعد اسلام قبول کر لیا۔

اسلام لاکھ تو نمازوں کی فکر ہوئی۔ سب نمازیں وقت پر ہوتیں مگر فجر کا معاملہ ٹیڑھا تھا۔ ۴۶ برس سے سات بجے اٹھنے کی عادت تھی۔ پانچ بجے کیسے جاگتے؟ کہتے ہیں:

”میں نے الارم والی گھڑیاں لیں۔ ایک گھڑی سب سے پہلے وقت پر الارم لگا کر سر ہانے کے میز پر رکھی ہوتی۔ دوسری پانچ منٹ بعد کے الارم پر سیٹ کر کے چند قدم دور ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی ہوتی۔ تیسری واش روم کے دروازے کی دہلیز پر۔ پہلا الارم سوئے سوئے ہاتھ مارنے سے بند ہو جاتا، دوسرے کو بستر سے نکل کر بند کر کے واپس آ کر لیٹ جاتا، تیسرے الارم پہ واش روم کے دروازے تک چل کر جانے سے نیند اڑ جاتی اور اکثر اوقات بہ آسانی وضو کرتا اور نماز پڑھ لیتا۔“

میں نے یہ کتاب بار بار پڑھی، ہر بار مجھے خود پر اور اپنی کوتاہی پر رونا آیا۔ اسلام کی جس نعمت کو ڈاکٹر جیفری لینگ نے اتنے سالوں کی جدوجہد کے بعد حاصل کیا، وہ میری جھولی میں اللہ تعالیٰ نے میرے پہلے سانس سے پہلے ہی ڈال دی تھی کہ میرے والدین الحمد للہ مسلمان ہیں۔ فجر کی نماز کی جس نعمت کو پانے کے لیے ڈاکٹر جیفری کو اتنی محنت کرنا پڑی میرے لیے وہ نعمت روز بازو پھیلائے میری دہلیز پہ آتی ہے۔

ڈاکٹر جیفری کو جگانے والا کوئی نہ تھا۔ میرے والدین، باری باری محبت سے مجھے جگانے آتے ہیں۔ ڈاکٹر جیفری کے علاقے میں کوئی مسجد نہ تھی کہ اذان کی آواز سے آنکھ کھلتی۔ میرے گھر کے پاس پانچ مسجدیں ہیں جن کے مؤذن باری باری پکارتے ہیں: الصلاة خیر من النوم، الصلاة خیر من النوم۔ نماز نیند سے بہتر ہے، نماز نیند سے بہتر ہے۔ مگر..... عجیب بات ہے کہ میرے لیے فجر کی نماز بہت مشکل ہے۔ (عائشہ ام نور العین)

## الاعنصل

یکے از مطبوعات دارالدعوة السلفية

19 ذی الحجہ 1434 ۛ جمعۃ المبارک 25 تا 31 اکتوبر 2013ء

شماره 41 جلد 65

## مجلس ادارت

- شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی
- مولانا محمد اسحاق بھٹی
- مولانا ارشاد الحق اثری
- ملک عصمت اللہ قلغوی
- حافظ حماد شاہر
- حماد الحق نعیم

## مدیر مسئول

- حافظ احمد شاہر

## مینجر

- محمد سلیم چنیوٹی 0333-4786507

## کمپوزنگ

- رضا اللہ ساجد 0344-4656461

☆ جواہر پارے \_\_\_\_\_ حرمت والے مہینے

(عائشہ ام توراعین)

☆ کلمہ طیبہ \_\_\_\_\_ بہت مشکل ہے!

☆ ادارہ \_\_\_\_\_ ”اُن پر سختی کیجیے“

3

(حافظ احمد شاہر)

☆ درس قرآن \_\_\_\_\_ تفسیر سورة الصَّفّت ..... (۲۵)

5

(مولانا ارشاد الحق اثری)

☆ درس حدیث \_\_\_\_\_ اربعین اعتقادی ..... (۱۵)

7

(ریاض عاقب اثری)

☆ حجیت حدیث \_\_\_\_\_ حدیث وسنت

8

(عبدالرشید عراقی)

☆ تحقیق و تدقیق \_\_\_\_\_ اسلام کا روحانی نظام ..... (۴)

16

(سید عالم جمال)

☆ مقامات مقدسہ \_\_\_\_\_ فضائل حرمین شریفین

24

(محمد طیب محاذ)

☆ شعر و ادب \_\_\_\_\_ ابراہیم خلیل اللہ

(ابوالاثر حفیظ چاندھری)

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور  
 کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج پرائیج لاہور  
 فون نمبر : 042-3735 4406  
 فیکس نمبر : 042-37229802  
 رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

فی پرچہ : 12/- روپے  
 سالانہ : 500/- روپے  
 بیرونی ممالک سے : 200/- ریال }  
 60/- ڈالر امریکی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یار ڈپرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاہر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

## ”اُن پر سختی کیجیے“

اسلام عین دین فطرت ہے اور وہ اس لیے ہے کہ انسان کو پیدا کرنے والے خالق باری تعالیٰ نے انسان کی فطرت کے مطابق اپنے نبی آخر الزماں ﷺ کے ذریعے اس کو ”اس دعویٰ کے ساتھ“ نازل فرمایا کہ یہ دین قیامت تک کے لیے کافی ہے۔ دین اسلام اس حد تک مکمل ہے کہ ”چودہ صدیوں کے بعد پندرہویں صدی کی چوتھی دہائی شروع ہو چکی ہے کہ اس دین میں کسی اضافے اور ترمیم کی ضرورت ہی نہیں پڑی، اور اگر کسی ناہنجار نے دین اسلام کی نصوص کو ہدف تنقید بنایا یا اس میں حک و اضافے کی کوشش بھی کی تو اس طرح کوششیں فساد فی الارض کا سبب بنی ثابت ہوئیں۔ حقوق اللہ یا حقوق و فرائض کے احکامات کے ساتھ اسلام نے حقوق العباد بھی بیان فرمائے ہیں اور نفس انسانی کی بقا قضاے بشریت لغرضوں کے بارے میں جو ہدایات دیں یا اس کی کمزوریوں پر جو تعزیرات و حدود مقرر کی ہیں وہ انسان کی فطرت کے عین مطابق ہیں اور معاشرے میں امن و امان کا باعث بھی، حتیٰ کہ اب بھی جن ممالک یا بستیوں میں اسلام کی تعلیمات اور حدود و تعزیرات کا عملی نفاذ جس قدر ہے اسی قدر وہاں جرائم کی جرأت بھی کم ہے، یعنی جرائم کا گراف پست (نیچے) ہے۔ حقوق اللہ میں چوری، ڈاکہ، فحش، قتل، عہد، خطا وغیرہ..... جراثیم..... یعنی آنکھ کے بدلے آنکھ وغیرہ..... شراب نوشی، جھوٹی گواہی، تہمت وغیرہ کی سزائیں اسلام نے مقرر فرمادی ہیں۔ جرائم کے قلع قمع، مجرم کی حوصلہ شکنی اور اس کے احساس جرم کو تازیا نہ لگانے کے لیے سرعام سزا دیئے جانے کی اسلام نے ہدایت کی ہے۔ حقوق العباد یعنی والدین، استاد، اولاد، اعزہ و اقرباء، پڑوسیوں، میاں بیوی کے حقوق کے علاوہ تمام انسانوں خصوصاً خواتین کو جو عزت و وقار اسلام نے دیا ہے اس کی مثال شاید کسی دوسرے دین میں نہ ہوگی کی تشریح اور اس کے احکام جس توازن کے ساتھ اسلام نے بیان کیے ہیں انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین اس توازن و انصاف سے اس لیے عاجز ہیں کہ یہ خالق نے بنائے ہیں اور انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین خلق خدا میں فحش، قتل و غارت اور فساد فی الارض کا سبب بن جاتے ہیں۔

صلیبی و صہیونی ذہنیت کی ملی بھگت سے مغرب نے جب سے جمہوریت کے نام پر سیاست میں انارکی کی ابتدا کی ہے کہ وہ جمہوریت کو رائے کی آزادی کا نام دیتے ہیں تب سے انسانی حقوق کے نام کا ایک نعرہ بھی اس نے دے دیا ہے اب کچھ دیر سے..... وطن عزیز میں..... حقوق نسواں نام کی تحریک کا اسی ذہنیت نے علم اٹھا رکھا ہے۔ وطن عزیز میں حقوق نسواں نام کا ایک بل نامشرف و دو حکومت کی اسمبلی میں پیش ہو کر پاس بھی ہو چکا ہے۔ جس سے رضاعہ و رضا کی بیچ لگا کر فحش کو عام کرنے کی سعیاں نامشکور بھی نسبتاً تیز ہو چکی ہیں۔ بے لگام میڈیا، کینبل کے ناسور اور انٹرنیٹ کی لامحدود آوارگی کی ہمیز اس کے سوا ہے۔ چنانچہ آج کل اخبارات اس کے تلخ شمرات..... کڑوے پھل..... یعنی زیادتیوں کی خبروں سے بھرے پڑے ہیں۔ اللہم احفظنا و من ذریتنا منهم۔

جن ممالک اسلامیہ میں اسلامی حدود و تعزیرات کا نفاذ عملاً تھا وہاں بھی نام نہاد انسانی حقوق کے علم بردار انسانی حقوق کا وایلا کر کے حدود و تعزیرات کے عملی نفاذ اور خصوصاً..... اسلام کی خصوصیت..... سرعام سزا کو دھیرے دھیرے ختم کرنے میں کوشاں ہیں جس کے بعد ان ممالک میں جرائم کا گراف دوبارہ اوپر جانے کے امکانات یقیناً ہیں۔ انسانی حقوق کے یہی نام نہاد چودھری اب پاکستان میں انسانی حقوق کے نام پر سزائے موت کو قانوناً ختم کرانے کے درپے ہیں۔ سابقہ حکومت تو عملاً نامشرف و دو حکومت ہی کی بازگشت تھی اب ان لیگ حکومت نے بھی اسی راہ پر چلتے ہوئے سزائے موت کے احکام پر فی الحال عمل درآمد معطل کر رکھا ہے۔ کارپردازان حکومت جس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ ہم نے..... شاید ”کافر“..... دنیا کے ساتھ چلنا ہے اس لیے سزائے موت پر عمل درآمد کو ختم کرنا ضروری ہے۔

یاد رہے کہ یہ وہی ”دنیا“ ہے جس نے بسیار کوشش سے ایمل کانسی ﷺ کو تلاش کیا، مقدمہ چلا کر اس کو سزائے موت سنائی اور پھر اس کو سزائے

موت دے دی۔ کیا اس کو سزائے موت دینا انسانی حقوق کی پامالی نہ تھی؟ کیا امریکیوں کا خون زیادہ مقدس تھا؟ ایمل کانسی کی گولی سے امریکی اگر مر گئے تھے اور وہ ناقابل معافی جرم تھا تو لاہور میں ریمنڈ ڈیوس کے ہاتھوں جن دو بے گناہ نوجوانوں کا خون رزق خاک ہوا تھا کیا وہ انسان نہیں تھے؟ بحیثیت قتل دونوں وارداتوں میں کیا فرق تھا؟ ثنا خوان تقدیس مغرب کا کیا ارشاد ہے کہ ایمل کانسی کی سزائے موت سے انسانی حقوق کی پامالی نہیں ہوئی تو پاکستان کی عدالتوں سے سزائے موت کے پلنے والی این۔ جی۔ اوز سے گلہ اس لیے نہیں کہ انھوں نے جس کا کھانا ہے اسی کا گانا ہے۔ زبان جس کا کھاتی ہے آنکھ اسی سے شرماتی ہے۔ ہمیں افسوس تو اس سیاسی جماعت سے ہے جو دعویٰ تو ایمان باللہ کا کرتی اور سرچشمہ ہدایت نبی ﷺ کو تسلیم کرتی ہے لیکن نرم گوشہ وہ کفار کی دوستی کے لیے رکھتی ہے جب کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جن آیات میں منافقین اور کفار کے لیے جہاد کا حکم دیا ہے وہاں ان پر سختی کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔ ہم یقین رکھتے اور حالات اس کی تصدیق بھی کرتے ہیں کہ صلیبی اور صیہونی ذہنیت دنیا خصوصاً مسلم دنیا میں انارکی، آوارگی اور فتنہ و فساد پھیلانے کے لیے اس طرح کے شوشے چھوڑ کر فساد فی الارض اور امن و سکون غارت کرنا چاہتی ہے۔ اسی طرح لاہور میں ہونے والی افسوس ناک اور شرم ناک واردات کے بعد جب حقوق نسواں آرڈیننس کی تیئیس کا مطالبہ ہونے لگا تو اس طرح کی خباثتوں کے پشت پناہ اور ان کی این۔ جی۔ اوز پھدک کر بلوں سے باہر آ گئے اور حقوق نسواں کے تحفظ اور بقاء کی کوششوں میں سرگرم ہو گئے۔ حیرانی ہے کہ اس کے بعد حقوق نسواں آرڈیننس کی تیئیس کے مطالبے اور تقاضے بھی دھیمے پڑتے پڑتے ختم ہی ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

### عمل خیر:

گزشتہ دنوں عرصہ بعد وطن عزیز کے متعلق ایک اچھی خبر نوید بن کر میڈیا میں نمایاں ہوئی تھی کہ سیاسی و عسکری قیادت نے باہمی مشاورت سے طالبان سے مذاکرات کرنے کا اصولی فیصلہ کر لیا ہے، درددل رکھنے اور وطن عزیز کو امن و سکون کا گوارہ دیکھنے کے خواہش مند جس سے بہت مطمئن اور خوش ہو گئے تھے، کچھ ہی دنوں بعد وزیراعظم پاکستان اقوام متحدہ کے اجلاس میں شرکت کے لیے امریکا روانہ ہو گئے جہاں دیگر ممالک کے سربراہان کے علاوہ بھارتی وزیراعظم سے بھی ان کی ملاقات ہوئی۔ جس میں انھوں نے وطن عزیز خصوصاً کراچی اور بلوچستان میں ہونے والی تخریب کاری کی تفصیلات بتلاتے ہوئے جناب من موہن سنگھ کو بھارت کے ملوث ہونے کا صاف صاف کہا ہماری یادداشت کے مطابق کسی پاکستانی حکمران کی یہ پہلی صاف گوئی تھی۔ پھر اسی دورے کے دوران جناب میاں صاحب نے ڈرون حملوں پر ”ہلکا پھلکا“ احتجاج بھی کیا تھا اور..... کوشش کی کہ وہ..... خود مختار ملک کے سربراہ کے طور پر اپنا مقام نمایاں کریں۔ بس پھر کیا تھا کہ ایک بار پھر ڈرون حملوں، دھماکوں، خودکش حملوں اور تخریب کاریوں کا بھونچال سا آگیا، اور ساتھ ہی امن دشمن طبقوں خصوصاً اغیار کی چچوری ہوئی ہڈیوں پر پلنے والے دانش وروں اور ان کی این۔ جی۔ اوز نے ان تخریب کاریوں کو طالبان کے سرھو پتے ہوئے..... جب کہ طالبان مسلسل اپنی برأت کا اظہار کرتے رہے..... طالبان سے مذاکرات کی مخالفت کرنے لگ گئے۔ انھی ایام میں طالبان کے مدوح علماء نے طالبان سے مذاکرات کی اپیل بھی کی جس کا طالبان نے مثبت جواب تو دیا لیکن کچھ شرائط کا ذکر بھی ان کی طرف سے آنے لگا۔ جن میں اصلاً دو مطالبے تھے۔ شمالی علاقوں پر ڈرون حملے بند کیے جائیں، دوسرا حکومت پاکستان پہلے فائر بندی کرے۔ ان دونوں مطالبوں کو غلط بھی نہیں کہا جاسکتا لیکن طالبان کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے تھی کہ مذاکرات انھوں نے حکومت پاکستان سے کرنے ہیں جب کہ ڈرون حملے (بظاہر) امریکا کر رہا ہے وہ اگر واقعی امن کے خواہش مند ہیں تو ان کا پاکستانی حکومت سے فائر بندی کا مطالبہ تسلیم کرنا ہی معقول بات ہے۔ دوسرا اپنے اہداف میں طالبان نے جو پاکستان میں اسلامی عدل و انصاف بحال کرنے کا..... ہر مسلمان یہی چاہتا ہے..... جو ذکر کیا ہے اس کے لیے ایمانی فراست، دوراندیشی، حسن تدبیر، عمل کی قوت اور کردار کی پختگی کی ضرورت ہے۔ راہنمائی کے لیے نبی ﷺ کا میثاق مدینہ اور صلح حدیبیہ کی مبارک دستاویزات کو سامنے رکھا جائے تو صراطِ مستقیم مل سکتا ہے۔ ان مذاکرات کے مخالف انسانی حقوق اور حقوق نسواں کے وہی چیمپئن ہیں جو وطن عزیز کو فتنہ و فساد کی آماجگاہ بنا کر ہمیں اقتصادی اور معاشی زبوں حالی میں الجھائے رکھنا چاہتے ہیں۔ سیاسی و عسکری قیادت کو ہم آہنگی، دانش مندی اور بردباری سے اس عمل خیر کو کامیابی سے ہمکنار کرنا چاہیے۔

## تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ

جنت کو سرشار فرمائیں گے۔ یہاں اہل جنت کی ازواج کی تین صفات کا ذکر ہوا ہے۔

﴿قَصْرَاتُ الطَّرَفِ﴾ نگاہ نیچے رکھنے والی، حیادار عورتیں۔ قصر کے معنی روکنا، بند کرنا ہے۔ اور الطرف کے معنی آنکھ ہے۔ یہ لفظ جمع و تشبیہ استعمال نہیں ہوا کیونکہ اصلاً یہ مصدر ہے قرآن پاک میں یہ مفرد ہی استعمال ہوا ہے۔ سورۃ الشوریٰ (آیت: ۴۵) میں ہے:

﴿يَنْظُرُونَ مِنْ طَرَفٍ خَفِيٍّ﴾ [الشوری: ۴۵]

”چھپی آنکھ سے دیکھ رہے ہوں گے۔“

اسی طرح قرآن مجید ہی میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں اللہ کے ایک بندے نے، جس کے پاس کتاب کا علم تھا، کہا:

﴿أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ﴾

[النمل: ۴۰]

”میں اسے (تخت بلقیس کو) تیرے پاس اس سے پہلے لے آتا ہوں کہ تیری آنکھ تیری طرف جھپکے۔“

دراصل طرف کے معنی تو کسی چیز کا کنارہ اور سہرا کے ہیں۔ مجازاً اس کا اطلاق پلک جھپکنے پر ہوتا ہے۔ پلک جھپکنے کو دیکھنا لازم ہے اس لیے الطرف کے معنی دیکھنا بھی آتا ہے۔ (مفردات)

اور دیکھنا آنکھ سے ہوتا ہے اس لیے آنکھ کو بھی الطرف کہا گیا ہے۔ مراد یہاں یہ ہے کہ اہل جنت کی بیویاں نگاہ نیچے رکھنے والی اور اپنی نگاہوں کو روکنے والی ہوں گی۔ اور وہ اپنے خاوندوں کے سوا کسی اور کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھیں گی۔ کوئی مرد پسند نہیں کرتا کہ اس کی بیوی کسی اور کی طرف دیکھے اور اسے پسند کرے۔ اسی طرح عورت

﴿وَعِنْدَهُمْ قَصْرَاتُ الطَّرَفِ عَيْنٍ﴾ ۵ گاتھن بیض مكنون ۵ فاقبل بعضهم على بعض يتساءلون ۵

[الصّٰفّٰت: ۴۸-۵۰]

”اور ان کے پاس نگاہ نیچے رکھنے والی، موٹی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی۔ جیسے وہ چھپا کر رکھے ہوئے انڈے ہوں۔ پھر ان کے بعض بعض کی طرف متوجہ ہوں گے، ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔“

پہلے اہل جنت کے رہنے سہنے اور ان کے خور و نوش کا ذکر ان کی جسمانی اور روحانی لذتوں کے تناظر میں ہوا ہے۔ اب ان کی عالمی زندگی کا تذکرہ ہے اور یہ بھی اس لیے کہ جنت کی تمام لذتیں اس کے بغیر ادھوری ہیں۔ اور انسان کی تمام خوشیاں عورت کے بغیر نامکمل ہیں۔ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں بسایا تو وہ وہاں تمام تر انعامات اور لذائذ کے باوجود وحشت و تنہائی محسوس کرتے تھے ان کی تسکین کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت حواء کو پیدا کیا۔ (البدایہ: ۷۸۱)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا﴾ [الأعراف: ۱۸۹]

”وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس کی طرف (جا کر) سکون حاصل کرے۔“

انسان کی لذت و تسکین کا ایک بڑا سبب تزوج کی زندگی ہے تہجد کی نہیں۔ چنانچہ جنت میں بھی اللہ تعالیٰ تزوج کی زندگی سے اہل



خیر کا کوئی پہلو ہوتا تو جنت کی حوروں کا یہ وصف بیان ہی نہ کیا جاتا کہ وہ نگاہیں نیچے رکھنے والی اور اپنے محلوں میں رہنے والی ہوں گی۔ یہ ان کی خوبیوں کا بیان ہے جو اس بات کا غماز ہے کہ ان کے لیے محلوں سے نکلنا اور غیر مردوں کو دیکھنا خرابی ہے خوبی نہیں۔

﴿عِیْنٌ﴾ عیناء کی جمع ہے جس سے بڑی موٹی کشادہ آنکھوں والی حوریں مراد ہیں:

﴿وَحُورٌ عِیْنٌ ۝ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ۝﴾

[الواقعة: ۲۲، ۲۳]

”اور (ان کے لیے وہاں) سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتیں ہیں جو فراخ آنکھوں والی ہیں۔ جھپا کے رکھے ہوئے موتیوں کی طرح۔“

### ضروری اعلان

ہفت روزہ ”الاعتصام“ لاہور میں مضامین ارسال کرنے والے خواتین و حضرات درج ذیل باتوں کا ضرور خیال فرمایا کریں:

- مضمون کاغذ کی ایک طرف لکھا ہو، صاف ستھرا اور حاشیہ چھوڑ کر لکھیں۔
- مضمون مدلل، باحوالہ، آیت، حدیث اور کتب کے نام و صفحہ نمبر مکمل تحریر فرمائیں۔
- جلسوں، کانفرنسوں کے اشتہارات یا اعلانات بھیجنے والے احباب اس کا اعلان جلسہ یا کانفرنس کے انعقاد سے پندرہ دن پہلے ارسال کر دیا کریں، نیز ان جلسوں یا تقاریب کی رپورٹ وغیرہ شائع کرنے سے ادارہ قاصر ہے۔
- مضمون ارسال کرنے والے شائع ہونے کے لیے اپنی باری کا انتظار کیا کریں نیز غیر معیاری مضامین کی اشاعت سے اداه معذرت خواہ ہے۔ امید ہے قارئین دفتر الاعتصام سے تعاون کریں گے۔ (منیجر)

بھی پسند نہیں کرتی کہ اس کا خاوند کسی اور کی طرف التفات کرے۔ جنت کی ان عورتوں کا یہ وصف اپنے خاوندوں سے کامل محبت اور ان کی دل جوئی کی بنا پر ہے۔

حافظ ابن جوزی نے اس کا یہ مفہوم بھی ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے شوہروں کی نگاہیں نیچی رکھیں گی یعنی وہ اتنی وفا شعار اور خوب رُو ہوں گی کہ ان کے خاوند کسی اور کی طرف نظر اٹھانے کی خواہش نہیں کریں گے۔ (زاد المسیر)

ان کی اس صفت کا ذکر ایک اور مقام پر یوں آیا ہے:

﴿وَعِنْدَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ۝﴾ [ص: ۵۲]

”اور ان کے پاس نگاہ نیچے رکھنے والی ہم عمر عورتیں ہوں گی۔“ ان کی نگاہیں نیچی اور صرف اپنے خاوندوں کے لیے ہی اٹھنے والی ہوں گی، ایسا کیوں نہ ہو:

﴿حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْغِيَابِ ۝﴾ [الرحمن: ۷۲]

”سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتیں، جو خیموں میں روکی ہوئی ہیں۔“

وہ اپنے محلوں میں رہنے والی ہوں گی ان سے باہر نکل کر اپنی زیب و زینت کا اظہار کرنے والی نہیں ہوں گی۔ دنیا میں بھی عورتوں اور مردوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم ہے۔ اور عورتوں کے لیے غیر مردوں کو دیکھنے کی ممانعت ہے۔ اور بغیر ضرورت کے گھروں سے نکلنے کی بھی ممانعت ہے۔ ازواج مطہرات سے بطور خاص فرمایا گیا ہے:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى﴾ [الأحزاب: ۳۳]

”اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو۔“

گویا اللہ تعالیٰ تو چاہتے ہیں دنیا میں بھی عورتیں جنت کی حوریں بن کر رہیں۔ نہ غیر مردوں کو دیکھیں نہ گھروں سے نکلیں۔ گھروں سے نکلنا اور گھور گھور کر، یا محبت آمیز نظروں سے غیر مردوں کو دیکھنے میں اگر

## اربعین اعتقادی

درس  
حدیث

۷

## فرائد الفوائد في جمع الأربعين من أحاديث العقائد

ہیں جو بدر میں حاضر ہوئے۔“

## فوائد:

- ۱: تقویٰ و صبر نصرت الہی کے نزول کا ذریعہ ہیں۔
- ۲: مقام بدر میں فرشتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی نصرت فرمائی۔
- ۳: سیدنا رفاعہ بدری صحابی ہیں اور بدری صحابہ افضل ہیں۔
- ۴: بدر میں شرکت کرنے والے فرشتے بھی شرف والے ہیں۔
- ۵: آیت قرآنی اور حدیث نبوی فرشتوں کے خارجی وجود پر نص قطعی اور واضح حجت ہیں۔ اس سے نیچری اور پرویزی وغیرہ گمراہ فرقوں کا خوب رد ہوتا ہے جو فرشتوں کے خارجی وجود کے انکاری ہیں۔ ان کی خود ساختہ تاویلات کے رد کے لیے مولانا عبدالرحمن کیلانی کی کتاب ”آئینہ پرویزیت“ کا مطالعہ اچھا رہے گا۔



## ضرورت رشتہ

شیخ برادری، اہل حدیث، کاروباری لڑکا، قد پانچ فٹ  
دس انچ، تعلیم میٹرک، بھائی پھیرو میں سپر سٹور، کے لیے اہل  
حدیث مسلک سے وابستہ، شیخ برادری سے لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔  
لاہور، فیصل آباد، رائے ونڈ اور قرب وجوار سے رابطہ کریں۔

شیخ طیب معاویہ

فون: 0333-4124172 / 0301-4295619

باب: إثبات وجود الملائكة، وقول الله تعالى:

﴿بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ﴾ [آل عمران: ۱۲۵]

۱۵: عن معاذ بن رفاعہ بن رافع الزرقی، عن أبيه، وكان أبوه من أهل بدر، قال: جاء جبريل إلى النبي ﷺ، فقال: ما تعدون أهل بدر فيكم؟ قال: من أفضل المسلمين، أو كلمة نحوها قال: وكذلك من شهد بدرا من الملائكة. (صحيح بخاری، رقم الحديث: ۳۹۹۲)

## فرشتوں کے وجود کا اثبات:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”کیوں نہیں! اگر تم صبر کرو اور ڈرتے رہو اور وہ اپنے اسی جوش میں تم پر آپڑیں تو تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد کرے گا، جو خاص نشان والے ہوں گے۔“

۱۵: جناب معاذ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سیدنا رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اور ان کے والد رفاعہ رضی اللہ عنہ اہل بدر میں سے تھے، کہتے ہیں کہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام، رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو کہنے لگے: ”آپ اپنے اندر اہل بدر کو کس مقام میں شمار کرتے ہیں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مسلمانوں میں سب سے افضل۔“ اس پر جبرائیل علیہ السلام کہنے لگے: ”اسی طرح فرشتوں میں بھی وہی سب سے افضل



## حدیث و سنت

عبدالرشید عراقی



جس طرح قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی وحی ہے، اسی طرح حدیث رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن وحی متلو ہے اور حدیث نبوی ﷺ غیر متلو۔ بالفاظ دیگر قرآن کے الفاظ ومعانی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ جب کہ حدیث کے معانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور الفاظ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہیں۔

اطاعت رسول اللہ ﷺ:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اور اطاعت رسول ﷺ کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ فرمایا:

﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ [النساء: ۸۰]

”جس نے رسول کی اطاعت کی۔ اس نے اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کی۔“

یہ آیت اس حقیقت کو واضح کر رہی ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت اور سنت پر عمل حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہی عمل کرنا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ اس لیے لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے یہ پابندی لگائی ہے کہ ہر وہ حالت میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اپنے پیش نظر رکھیں۔ ارشاد الہی ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾

[النساء: ۶۴]

”ہم نے تو رسول اللہ ﷺ کو اس لیے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے۔“

اطاعت رسول ﷺ ایک مسلمان کے لیے رحمت اور کامیابی کا

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو دنیا میں مبلغ و معلم اور ہادی بنا کر بھیجا گیا اور آخری الہامی کتاب قرآن مجید آپ ﷺ کو عطا کی گئی۔ قرآن مجید ایک واضح اور کھلی ہوئی کتاب ہے۔ اس میں کسی قسم کا غموض و خفا نہیں ہے۔ لیکن اس کے بہت سے احکامات مجمل یا کلیات کی شکل میں ہیں۔ جن کی وضاحت رسول اللہ ﷺ اپنے قول و عمل سے فرمائی۔ آپ ﷺ کا کام محض کلام الہی کو لوگوں تک پہنچانا نہیں تھا بلکہ اس کی تشریح و تبیین بھی آپ ﷺ کے ذمہ تھی۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [النحل: ۴۴]

”ہم نے آپ کی طرف قرآن کو نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لیے، جو نازل کیا گیا ہے، اس کو کھول کھول کر بیان کر دیں۔ تاکہ وہ غور و فکر کریں۔“

اس بات کو ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ حدیث اور سنت ہم معنی استعمال ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال اور تقریر کا نام حدیث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دور رسالت میں بھی اور اس کے بعد بھی ہر دور میں رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل کو قرآن مجید کی طرح واجب الاطاعت سمجھا گیا ہے۔ اور دونوں کو وحی الہی تسلیم کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾

[النجم: ۴۳]

”اور نہیں بولتا وہ خواہش نفس سے وہ تو صرف وحی ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے۔“

ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاطِيعُوا الرِّسُولَ

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [النور: ۵۶]

”نماز قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔“

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ جب ہر معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی جائے گی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال ہوگی۔

اطاعت رسول ﷺ کے ساتھ اسوۂ نبی اختیار کرنے کی ترغیب:

اللہ تعالیٰ نے صرف اطاعت رسول ﷺ کا حکم نہیں دیا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ کو بھی اختیار کرنے کا کہا ہے۔ فرمان الہی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن

كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ

كَثِيرًا﴾ [الأحزاب: ۲۱]

”بلاشبہ تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں بہترین نمونہ

موجود ہے۔ ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ سے

(ملاقات) کی اور آخرت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور اللہ

تعالیٰ کو خوب یاد کرتا ہے۔“

یہ آیت قرآنی صاف بتا رہی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات

میں کامیابی کی اُمید رکھتا ہے اور آخرت کے دن حساب سے بھی ڈرتا

ہے اور اس سے بچنا چاہتا ہے۔ اسے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو اپنے

لیے نمونہ بنانا چاہیے، یعنی جو کام آپ ﷺ نے کیا ہے یا کرنے کا حکم

دیا ہے اس کو کرے۔ اور جس کام کو نہیں کیا یا اس کے کرنے سے روکا

ہے اس کے قریب بھی نہ جائے۔ قرآن مجید نے اس کی دوسری جگہ

وضاحت فرمائی ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرِّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ

فَانْتَهُوا﴾ [الحشر: ۷]

”جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے

اس سے رک جاؤ۔“

اطاعت رسول ﷺ اللہ تعالیٰ سے محبت کی دلیل ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرو، اس کے

بدلے اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا:

﴿قُلْ إِن كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾

[آل عمران: ۳۱]

”آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو

میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے

گناہوں کو معاف کر دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور

بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔“

یہ آیت دلیل ہے کہ طریقہ محمدی کی مخالفت کفر ہے۔ معلوم ہوا کہ

طریقہ محمدی سے اعراض کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ صاحب احسن

البیان فرماتے ہیں:

”اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ

اطاعت رسول ﷺ کی پھر تاکید کر کے واضح کر دیا۔ اب

اگر نجات ہے تو صرف اطاعت محمدی میں ہے اور اس سے

انحراف کفر ہے اور ایسے کافروں کو اللہ پسند نہیں کرتا چاہے وہ

اللہ کی محبت اور قرب کے کتنے ہی دعوے دار ہوں۔ اس

آیت میں حجیت حدیث کے منکرین اور اتباع رسول اللہ

ﷺ سے گریز کرنے والے دونوں کے لیے سخت وعید ہے۔

کیونکہ دونوں ہی اپنے اپنے انداز سے ایسا رویہ اختیار کرتے

ہیں جسے یہاں کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔“

(احسن البیان، ص: ۱۴۰)

مولانا عبدالسلام بن محمد رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”اس آیت میں اللہ کی اطاعت کے ساتھ ”الرسول“

یعنی محمد ﷺ کی اطاعت کا مستقل حیثیت سے حکم دیا گیا

ہے۔ اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد ”الرسول“ کی

اطاعت سنت کی پیروی ہی سے ہو سکتی ہے۔ بعض لوگ غلط

جو متن خود اپنے بیان کے مطابق محتاج شرح ہو۔ اگر اس کی شرح ضائع ہو جائے تو بلاشبہ وہ متن بھی باوجود اس کے اس کا ایک ایک حرف محفوظ ہو۔ ضائع ہونے کے برابر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے اسلام نے کبھی بھی قرآن مجید کو حدیث سے آزاد ہو کر نہیں دیکھا۔ حافظ ابن عبدالبر قرطبی اپنی کتاب ”جامع بیان العلم و فضلہ“ میں لکھتے ہیں:

”الكتاب احوج الى السنة من السنة الى الكتاب.“

”کتاب اللہ سنت کی اس سے کہیں زیادہ محتاج ہے جتنی کہ سنت کتاب اللہ کی محتاج ہے۔“

علمائے اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ سنت قرآن کی شرح و تفسیر ہے۔ شاطبی رحمہ اللہ ”الموافقات“ میں فرماتے ہیں:

فكان السنة بمنزلة التفسير و شرح المعاني لأحكام الكتاب .

”پس سنت کتاب اللہ کے احکام کے لیے بہ منزل تفسیر اور شرح ہے۔“

قرآن مجید کے مطالب و مقاصد کی وضاحت کرتے ہوئے امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ليس في السنة إلا وأصله في القرآن .

”سنت میں کوئی ایسا بیان نہیں ہے جس کی اصل قرآن مجید میں نہ ہو۔“

آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((أوتيت القرآن ومثله معه .))

(مسند احمد: ۴ / ۱۳۰)

”مجھے قرآن اور اس جیسی اس کے ساتھ ایک اور چیز بھی دی گئی ہے۔“

یہ حدیث بتاتی ہے کہ حدیث کی حیثیت اسلام میں قرآن مجید کی طرح ہے اور دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہیں۔

آپ ﷺ کا دوسرا ارشاد مبارک ہے:

نہی کی بنا پر کہہ دیتے ہیں کہ حدیث وہی حجت ہوگی جو قرآن کے مطابق ہو۔ حالانکہ قرآن کے متعدد مواقع پر حدیث کو مستقل دلیل اور شریعت کے ماخذ کی حیثیت دی ہے۔ لہذا قانون کا ماخذ قرآن و حدیث دونوں قرار پائیں گے۔ حدیث میں قرآن سے زائد حکم تو ہو سکتے ہیں مگر کوئی صحیح حدیث قرآن کے خلاف نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے تو یہ اس کی عقل و فہم کا قصور ہے یا اس کی نیت کا قصور۔“

(تفسیر القرآن الکریم: ۲۵۱/۱)

اس آیت سے یہ بات بھی معلوم ہو رہی ہے کہ سنت رسول ﷺ سے ایک تو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوگی۔ اور دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اس لیے ہر مسلمان کو ہر معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنی ضروری ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہمارے شامل حال رہیں۔

حدیث، قرآن مجید ہی کی شرح ہے:

قرآن مجید باوجود اپنی جامعیت اور جملہ علوم ضروریہ پر حاوی ہونے کے چونکہ زیادہ تر ایمان و عقائد اور اصول دین بیان کرتا ہے۔ اس لیے اس کی حیثیت ایک بنیادی قانون اور اساسی دستور کی ہے۔ اس کو تفصیلی شکل دینا اور اس کی دفعات کی وضاحت کرنا دراصل حدیث کا کام ہے۔

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن

پس حدیث مصطفیٰ بر جاں مسلم داشتن

اللہ تعالیٰ نے یہ کام خود رسول اللہ ﷺ کے سپرد کیا، جیسا کہ قرآن

مجید نے اس کی وضاحت کی ہے:

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ

إِلَيْهِمْ﴾ [النحل: ۴۴]

”اور ہم نے آپ ﷺ پر قرآن نازل کیا ہے تاکہ لوگوں کے لیے، جو کچھ نازل کیا گیا ہے، آپ اسے کھول کھول کر

بیان کر دیجیے۔“

((ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتُم بهما کتاب اللہ وسنة رسولہ .)) (موطا امام مالک)  
 ”میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ جب تک ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ وہ دو چیزیں یہ ہیں ایک اللہ کی کتاب (قرآن مجید) اور اس کے رسول ﷺ کی سنت۔“

یہ حدیث اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ یہ دونوں چیزیں (قرآن و حدیث) ہدایت کا ذریعہ ہیں۔ اگر ان میں کسی ایک کو بھی چھوڑ دیا تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

سنت نبوی ﷺ روشن ترین شاہراہ ہے جس پر چلنے والا کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔ لہذا ضروری ہے کہ آپ ﷺ کے طریقے کو اپنایا جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ اسلام ہے اور اسلام کے علاوہ اور کوئی راستہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔  
 ائمہ اربعہ کا طرز عمل:

سنت نبوی ﷺ کے بارے میں ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوئی (۸۰ھ-۱۵۰ھ)، امام ابو عبد اللہ مالک بن انس اصبحی (۹۳ھ-۱۷۹ھ)، امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی الباشمی لمطسی (۱۵۰ھ-۲۰۴ھ)، امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل شیبانی (۱۶۳ھ-۲۴۱ھ) نے اپنے اقوال کے مقابلے میں سنت نبوی ﷺ کو ترجیح دی ہے۔

امام شعرانی نے اپنی کتاب ”المیزان“ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

”لوگ اس وقت تک ہدایت پر رہیں گے جب تک ان میں علم حدیث حاصل کرنے والے رہیں گے۔ جب حدیث کے بغیر علم حاصل کیا جائے گا تو فساد اور بگاڑ میں مبتلا ہو جائیں گے۔“ (بحوالہ ”سنت نبوی اور ہم“ ص: ۱۰۰)

امام ابوحنیفہ کے دواووال فقہ حنفی کی کتابوں میں درج ہیں:  
 اذا صح الحدیث فهو مذہبی .

”صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے۔“  
 اترکوا قولی بخبر الرسول .  
 ”رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مقابلے میں میرا قول ترک کر دو۔“

امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”جب میرا فتویٰ کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ یا قول صحابہ کے خلاف ہو تو اُسے چھوڑ دو اور کتاب و سنت اور قول صحابہ پر عمل کرو۔“ (جامع بیان العلم وفضلہ: ۱۳۲/۲)

امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے:

”جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ اور جب میرا قول حدیث کے خلاف پاؤ تو حدیث پر عمل کرو اور میرا قول دیوار پر دے مارو۔“ (بحوالہ سنت نبوی اور ہم، ص: ۱۰۴)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

من رد حدیث رسول اللہ ﷺ فهو علی شفاہلکة .

”جس نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو رد کیا وہ ہلاکت کے کنارے پر کھڑا ہے۔“ (فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، ص: ۹۸)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا دوسرا قول ہے:

لا تقلدنی ولا تقلد مالکا ولا الشافعی ولا الأوزاعی ولا الثوری وخذ حیث اخذوا .

(اعلام الموقعین: ۱۳۱/۲)

”نہ میری تقلید کرو، نہ مالک کی، نہ امام شافعی کی، نہ امام اوزاعی کی اور نہ امام ثوری کی بلکہ دین کے احکام وہاں سے حاصل کرو جہاں سے انھوں نے لیے، یعنی کتاب و سنت سے۔“

حدیث کے بغیر قرآن مجید کی بہت سی آیات کا مفہوم و مطلب تشہرہ جاتا ہے:

آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ قرآن مجید کے بہت سے احکامات

جب رسول اللہ ﷺ سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرنے والے ہیں اور آپ ﷺ کا طریقہ بھی بہترین طریقہ ہے کہ جس سے بڑھ کر کوئی اور طریقہ اور اسلوب زندگی بہتر نہیں ہو سکتا تو پھر یہ ضروری ہے کہ ہر بات اور ہر معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو اپنے پیش نظر رکھا جائے۔ جس چیز یا کسی کام کے کرنے کا آپ ﷺ حکم دیں اس کو بغیر کسی حیل و حجت کے انجام دیا جائے اور جس چیز یا کام سے آپ ﷺ منع فرمائیں اس سے فوراً رک جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ [الحشر: ۷]

”اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو اور جس سے روک رک جاؤ۔“

رسول اکرم ﷺ جو ارشاد فرما رہے ہوتے ہیں وہ پیغام الہی ہوتا ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۖ﴾ [النجم: ۴، ۳]

”اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں، وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔“

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع کو فرض عین قرار دیا ہے:

﴿.....مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ [النساء: ۸۰]

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔“

﴿.....وَاطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [آل عمران: ۱۳۲]

”اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔“

مجمل یا کلیات کی شکل میں ہیں اس لیے اگر حدیث نبوی ﷺ کو پس پشت ڈال دیا جائے اور یہ پروپیگنڈا کیا جائے کہ ہمیں قرآن ہی کافی ہے۔ حدیث کی ہمیں ضرورت نہیں تو یہ پروپیگنڈا کرنے والے لوگ جاہل ہیں۔ ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن مجید کی بہت سی آیات کا مفہوم و مطلب حدیث نبوی ﷺ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا، مثلاً:

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ﴾ [الحجر: ۸۷]

”یقیناً ہم نے آپ کو سات آیات دی ہیں کہ دہرائی جاتی ہیں اور قرآن عظیم بھی دیا ہے۔“

حدیث کے بغیر اس آیت کا مطلب واضح نہیں ہوتا۔ حدیث سے پتا چلتا ہے کہ سبع المثنائی سے مراد سورہ فاتحہ ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

ام القرآن ہی السبع المثنائی والقرآن العظيم . (صحیح بخاری)

قرآن مجید میں بیشتر ایسی آیات ہیں جن کا مفہوم و مطلب حدیث نبوی ﷺ کے بغیر نہیں سمجھا جاسکتا، مثلاً: سورہ البقرہ (آیت: ۵۹، ۲۰۴، ۲۰۷، ۲۳۸، ۲۵۵، ۲۵۹)، سورہ الانفال (آیت: ۷، ۴۲)، سورہ التوبہ (آیت: ۴۰، ۴۹، ۵۸، ۱۰۸، ۱۱۸)، سورہ النمل (آیت: ۲۳)، سورہ الاحزاب (آیت: ۱۳، ۲۶، ۲۷)، سورہ الاحقاف (آیت: ۱۰)، سورہ المجادلہ (آیت: ۱)، سورہ التحریم (آیت: ۳)، سورہ عبس (آیت: ۲۱)

حدیث نبوی ﷺ کا مرتبہ و مقام:

آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدي هدي محمد .)) (صحیح مسلم، رقم الحديث: ۲۰۰۵)

”سب سے بہتر بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے۔“



جمہور علمائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کو فرض کیا ہے اور اوامر و نواہی میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اس امت پر کسی کی اطاعت کو فرض قرار نہیں دیا۔

حدیث کے بارے میں علماء کے اقوال

حدیث نبوی ﷺ کا دین اسلام میں مرتبہ و مقام کیا ہے۔ اس کے بارے میں برصغیر (پاک و ہند) کے نامور علمائے کرام کی تحریریں ملاحظہ فرمائیں:

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ:

”علم القرآن اگر اسلامی علوم میں دل کی حیثیت رکھتا ہے تو علم حدیث شہ رگ کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ شہ رگ اسلامی علوم کے تمام اعضاء و جوارح تک خون پہنچا کر ان کے لیے تازہ زندگی کا سامان پہنچاتا رہتا ہے۔ آیات کا شان نزول اور ان کی تفسیر، احکام القرآن کی تشریح و تبیین، اجمال کی تفصیل، عموم کی تخصیص سب علم حدیث کے ذریعے معلوم ہوتی ہے۔

اسی طرح حامل قرآن محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور حیات طیبہ اور اخلاق و عادات مبارکہ اور آپ ﷺ کے اقوال و افعال اور آپ ﷺ کے سنن و مستحبات اور احکام و ارشادات سب علم حدیث کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں۔ اسی طرح خود اسلام کی تاریخ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احوال اور ان کے اعمال و اقوال اور اجتہادات و مستنبطات کا خزانہ بھی اسی ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔ اس بنا پر اگر یہ کہا جائے تو صحیح ہے کہ اسلام کے عملی پیکر کا صحیح مرقع اسی علم کی بدولت مسلمانوں میں ہمیشہ کے لیے موجود و قائم ہے اور ان شاء اللہ کا قیامت رہے گا۔“ (تعارف تدوین حدیث از مولانا مناظر احسن گیلانی)

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی رحمہ اللہ:

”کلام مجید اگرچہ ایک واضح اور کھلی ہوئی کتاب ہے۔ اس

میں کوئی غموض و خفا نہیں ہے۔ لیکن اس میں اسلام کی تعلیمات کی پوری تفصیل اور تمام جزئیات کا احاطہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے بہت سے احکام مجمل یا کلیات کی شکل میں ہیں جن کی وضاحت و تشریح اور کلیات سے جزئیات کی تفریع رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول و عمل سے فرمائی۔ آپ ﷺ کا (فریضہ) محض کلام الہی کو لوگوں تک پہنچا دینا نہیں تھا بلکہ اس کی تبیین و تشریح بھی تھی۔ نبی ﷺ کی بعثت، اسلام کا ظہور، اس کی تبلیغ، اس راہ کی صعوبتیں، غزوات، اسلام کا غلبہ و اقتدار، اور حکومت الہیہ کا قیام، اس کا نظام، رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ اور آپ ﷺ کی سیرت معلوم کرنے کا ذریعہ صرف حدیث ہے۔ اگر اس کو نظر انداز کر دیا جائے تو اسلام کی بہت سی تعلیمات اور تاریخ اسلام کے بہت سے گوشے مخفی رہ جائیں گے۔ اس لیے احادیث نبوی اسلام اور اسلامی تاریخ کا بڑا قیمتی سرمایہ ہیں اور اس پر ان کی عمارت قائم ہے۔“ (مقدمہ تذکرہ المحمدین، جلد اول)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ:

”حدیث نبوی ﷺ ایک ایسی میزان ہے جس میں ہر دور کے معلمین و مجددین اس امت کے اعمال و عقائد، رجحانات و خیالات کو تولد کرتے ہیں اور امت کے طویل تاریخی عالمی سفر میں پیش آنے والے تغیرات و انحرافات سے واقف ہو سکتے ہیں۔ اخلاق و اعمال میں کامل اعتدال و توازن اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک قرآن و حدیث بہ یک وقت سامنے نہ رکھا جائے۔ اگر حدیث نبوی ﷺ کا وہ ذخیرہ نہ ہوتا جو معتدل کامل و متوازن زندگی کی صحیح نمائندگی کرتا ہے اور اگر وہ حکیمانہ تعلیمات نہ ہوتیں جن کی پابندی رسول اللہ ﷺ نے اسلامی معاشرے سے کرائی تو یہ امت افراط و تفریط کا شکار ہو کر رہ جاتی اور اس کا توازن برقرار نہ رہتا اور وہ عملی مثال موجود نہ رہتی جس کی اقتداء کرنے کی اللہ تعالیٰ



منفصل شکل ہے۔ اس کے جملات کی تفصیل، اس کے مشکلات کا بیان اور اس کے مختصرات کی شرح ہے۔ جملات کی تفصیل سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم میں روزہ، نماز، حج اور زکوٰۃ بلکہ تمام عبادات و معاملات کی کوئی تفصیل ذکر نہیں کی گئی۔ سنت نے اس جمال کی تفصیل کی ہے قرآن نے اگر نماز کا حکم دیا ہے تو سنت نے اس کی ایک ایک چیز کی تفصیل کی ہے۔“ (ترجمان السنۃ: ۱۲۵/۱)

#### حدیث کی تشریحی حیثیت:

قرآن و حدیث کا ربط معلوم کر لینے کے بعد اس بارے میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ حدیث کی حیثیت صرف تشریحی حیثیت ہے کیونکہ احادیث کا تمام ذخیرہ قرآن کریم کا بیان اور اس کی شرح ہے۔ پس اگر قرآن کی حیثیت تشریحی ہے تو اس کے بیان کی حیثیت بھی تشریحی ہونی چاہیے۔ یہی عقیدہ صحابہ کرام و سلف صالحین سے لے کر آج تک تمام امت اسلامیہ کا ہے۔ قرآن مجید اپنے ماننے والوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل کو وہ عین دین سمجھیں اور نبی ﷺ کے یہی طرز زندگی کو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ طریقہ حیات تسلیم کریں۔

#### تدوین حدیث:

پہلی صدی ہجری کے اختتام تک اسلام عرب سے باہر عجم کے بہت سے ملکوں پر حکمران تھا۔ لوگ بہ کثرت دین اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ نئے نئے مسائل اور حالات سے مسلمانوں کو سابقہ تھا۔ اس وقت فوری ضرورت تھی کہ حدیث و سنت کے سرمایہ کو، جو صحابہ کرام اور تابعین عظام سے منتقل ہوتا چلا آ رہا تھا، کو مدون کیا جائے اور وہ علم جو محدثین کرام کے سینوں اور منتشر سفینوں میں تھا اس کو محفوظ کیا جائے۔ ادھر وہ پاک ہستیاں جنہوں نے براہ راست رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے احادیث سنی تھیں، یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، ان کے وجود سے بزم عالم خالی ہو رہی تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جو پانچویں خلیفہ راشد تھے۔ صفر ۹۹

نے اس فرمان میں ترغیب دی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

[الاحزاب: ۲۱]

”یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات اسوۂ حسنہ ہے۔“ اس کے بعد ارشاد فرما کر آپ ﷺ کے اتباع کی دعوت دی ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾ [آل عمران: ۳۱]

”آپ ﷺ کہہ دیجیے! اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری اتباع کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔“

یہ ایک ایسا عملی نمونہ ہے جس کو انسانوں کی ضرورت ہے اور جس سے وہ زندگی اور قوت و اعتماد حاصل کر سکتا ہے۔ اور یہ اطمینان کر سکتا ہے کہ دینی احکام کی زندگی پر نفاذ نہ صرف آسان بلکہ امر واقعہ ہے۔

حدیث نبوی ﷺ زندگی، قوت اور اثر انگیزی سے بھرپور ہے اور ہمیشہ اصلاح و تجدید کے کام فساد اور خرابیوں اور بدعتوں کے خلاف صف آراء اور برسرِ جنگ ہونے اور معاشرے کا احتساب کرنے پر ابھارتی رہی ہے۔ اور اس کے اثر سے ہر دور و ہر ملک میں ایسے افراد پیدا ہوتے رہے جنہوں نے اصلاح و تجدید کا جھنڈا بلند کیا۔ کفن بردوش ہو کر میدان میں آئے۔ بدعتوں اور خرافات اور جاہلی عادتوں سے کھلی جنگ کی اور دین خالص اور اسلام کی دعوت دی۔ اسی لیے حدیث نبوی ﷺ امت اسلامیہ کے لیے ایک ناگزیر حقیقت اور اس کے وجود کے لیے ایک لازمی شرط ہے۔ اسی کی حفاظت، ترتیب و تدوین، حفظ اور نشر و اشاعت کے بغیر امت کا یہ دینی و دینی و اخلاقی دوام و تسلسل برقرار نہیں رہ سکتا تھا۔“ (تاریخ دعوت و عزیمت: ۱۷۰/۵)

مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ:

”سنت کیا ہے؟ وہ درحقیقت قرآن ہی کی ایک دوسری

ہجری میں منصب خلافت پر فائز ہوئے جن کی ذات سرتاپا اسلام کا اعجاز تھی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی تھی۔ اُن کے مشاہدے میں یہ بات آئی کہ روافض و خوارج اور قدریہ وغیرہ نئے نئے فرقے سر اٹھا رہے ہیں۔ اس لیے حدیث و سنت کی باقاعدہ تدوین کی ضرورت ہے۔

چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے قاضی ابوبکر بن حزم خزرجی انصاری (م ۱۲۰ھ) ایسے جلیل القدر عالم جو اس وقت مدینہ کے گورنر اور قاضی تھے، ان کو حدیث کی تدوین کی طرف توجہ دلائی اور ان کو لکھا:

انظر ما كان من حديث رسول الله ﷺ  
فاكتبه لي فاني خفت دروس العلم وذهاب  
العلماء . (صحيح بخاری)

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیثیں آپ کو ملیں۔ ان کو تحریری شکل میں لے آئیے۔ اس لیے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ علم حدیث مٹ جائے گا اور علماء رخصت ہو جائیں گے۔“

گورنر مدینہ کے علاوہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنی حکومت کے دوسرے گورنروں کے نام بھی سرکلر جاری کیا۔ حافظ ابو نعیم اصبہانی اپنی کتاب ”تاریخ اصبہان“ میں لکھتے ہیں:

كتب عمر بن عبد العزيز الى الآفاق: انظروا  
حديث رسول الله ﷺ فاجمعوه .

(مقدمہ تعلیق الممجد، ص: ۱۴)

”عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے دور دور ملکوں کو یہ حکم بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں تلاش کر کے جمع کرو۔“

چنانچہ تمام گورنروں اور علمائے کرام نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اس حکم کی تعمیل کی۔

حافظ ابن عبدالبر قرطبی نے اپنی کتاب ”جامع بیان العلم وفضله“ میں امام ابن شہاب زہری کا یہ قول نقل کیا ہے:

امرنا عمر بن عبد العزيز بجمع السنن  
فكتبناها دفترًا دفترًا فبعث الى كل ارض له  
عليها سلطان دفترًا . (جامع بيان العلم)

”ہمیں عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے سنن کے جمع کرنے کا حکم دیا ہم نے دفتر کے دفتر لکھ ڈالے پھر انھوں نے ہر اُس جگہ جہاں ان کی حکومت تھی، ایک ایک دفتر بھیج دیا۔“

منکرین حدیث کا یہ اعتراض کہ حدیث کی تدوین زمانہ نبوی سے ایک سو پچاس سال بعد ہوئی صحیح نہیں ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب بنام مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

”مسلمانوں کے اس فقرے کے معنی کہ حدیث کی تدوین ہجرت کے ڈیڑھ سو برس بعد ہوئی۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ تصنیف و تالیف اور کتاب و سنت کی حیثیت میں، ورنہ محض تحریر کتابت کی حیثیت سے زمانہ نبوی ہی میں اس کی جمع و تحریک آغاز ہو چکا تھا۔“

(مکتوبات سلیمانی، ص: ۱۲۲، مکتوب نمبر: ۱۸)

مولانا محمد اسحاق سندیلوی سابق استاد انشیر ندوۃ العلماء و مصنف ”اسلام کا سیاسی نظام“ اپنے ایک مقالے میں لکھتے ہیں:

”تحقیق یہ ہے کہ تدوین حدیث کا کام خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے شروع ہو چکا تھا۔ خلفائے راشدین کے دور میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ اور کوئی زمانہ بھی ایسا نہیں گزرا جس میں یہ سلسلہ کلیتاً منقطع ہو گیا ہو۔“

(ماہنامہ ”الفرقان“، لکھنؤ، ص: ۳۷)

مولانا عبدالسلام ندوی سابق رفیق دارالمصنفین اعظم گڑھ لکھتے ہیں:

”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں فن حدیث مدون ہو چکا تھا اور عمر بن عبدالعزیز نے انھی اجزاء کو ایک مجموعے کی شکل میں جمع کیا۔“ (اسوہ صحابہ: ۳۱۰/۲)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا کام کتابت حدیث کا آغاز کرنا نہیں تھا بلکہ تحریر اور زبانی روایات کو تلاش کر کے تمام ممالک اسلامیہ کے حدیثی ذخیرہ کو یک جا کرنا تھا اور تدوین حدیث کا جو کام اب تک انفرادی اور شخصی طور پر ہو رہا تھا اس کو قومی اور ملّی پیمانے پر انجام دینا آپ کا مقصد تھا۔

# اسلام کا روحانی نظام

## قرآن اور حدیث و سنت کی روشنی میں

سید عالم جمال عبدالسلام ہشام

ساتواں اصول: صبر و تحمل:

اسلام کے روحانی نظام کا ساتواں بنیادی اصول صبر و تحمل ہے ناپسند اور تکلیف دہ صورت حال پر اپنے آپ کو حوصلہ دینا، برداشت کرنا اور نفس کو جزع و فزع کی بجائے تسلیم و رضا کی صفت سے متصف کرنا صبر کہلاتا ہے۔

اس کی تین قسمیں ہیں:

- ۱۔ الصبر علی الطاعة..... اطاعت پر استقامت اختیار کرنا۔
- ۲۔ الصبر علی المعصية..... گناہ اور برائی سے باز رہنا۔
- ۳۔ الصبر علی المصيبة..... مصیبت کے وقت جزع و فزع نہ کرنا۔

یوں صبر وہ عادت ہے جس کے ذریعے انسانی نفس تزئین و آرائش حاصل کرتا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاں اس کا مرتبہ اور مقام بلند سے بلند تر ہو جاتا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے خود حکم دیا کہ ایمان والے صبر کیا کریں۔ ارشاد حق تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا﴾

[آل عمران: ۲۰۰]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر کرو اور مقابلے میں جے رہو اور مورچوں میں ڈٹے رہو۔“

نیز یہ بھی فرمایا کہ صبر کے ذریعے اللہ کی مدد طلب کرو۔

﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ﴾ [البقرة: ۴۵]

”اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو۔“

نیز صبر کو پختگی کردار کا عنوان بھی دیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزَمِ الْأُمُورِ﴾

[لقمان: ۱۷]

”اور اس (مصیبت) پر صبر کر جو تجھے پہنچے، یقیناً یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔“

نیز صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا:

﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾ [البقرة: ۱۵۵]

”اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔“

اور یہ بھی واضح فرمایا کہ صابرین ہی ہدایت والے ہیں:

﴿أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾ [البقرة: ۱۵۷]

”یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔“

نیز اللہ نے ان کو بہترین بدلے کا انعام بھی مرحمت فرمایا:

﴿وَلَنَجْزِيَنَّهُمُ الَّذِيْنَ صَبَرُوا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا

يَعْمَلُونَ﴾ [النحل: ۹۶]

”اور یقیناً ہم ان لوگوں کو جنہوں نے صبر کیا، ضرور ان کا اجر

بدلے میں دیں گے، ان بہترین اعمال کے مطابق جو وہ کیا کرتے تھے۔“

مزید یہ بھی فرمادیا کہ ان کو بلا حساب اجر ملے گا:

﴿إِنَّمَا يُوفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

[الزمر: ۱۰]

”صرف صبر کرنے والوں ہی کو ان کا اجر کسی شمار کے بغیر دیا جائے گا۔“

نیز صبر سے اللہ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد حق تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ [البقرة: ۱۵۳]

”اللہ یقیناً صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

اور صبر کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے۔

﴿وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ﴾ [آل عمران: ۱۴۶]

”اور اللہ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

اور واضح ہے کہ معیت الہی اور محبت الہی صرف اسی نفس کو نصیب ہو سکتی ہے جو آلائشوں سے پاک ہو چکا ہو، رذائل سے اجتناب کرتا ہو اور جس کی پوری زندگی کتاب و سنت کے رنگ میں ڈھلی ہوئی ہو۔ اور صبر ان تمام عناصرِ حسنہ کو پیدا کرنے میں بہترین معاون ہے، چنانچہ خود رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا:

((الصبر ضياء)) (صحیح مسلم)

”صبر روشنی ہے۔“

آپ ﷺ نے صبر کو سب سے بہتر اور وسیع چیز بھی قرار دیا:

((وما اعطى احد عطاءً خيراً و اوسع من الصبر)) (صحیح بخاری)

”صبر سے بہتر اور وسیع چیز کسی کو بھی نہیں دی گئی۔“

اس بنا پر صبر بہت سے اخلاقِ کریمانہ کی اساس و بنیاد ہے۔ اس کے واسطے سے مجاہدہ اور ریاضتِ نفس کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ ہوی و ہوس کے اسباب کا سد باب ہوتا ہے نفسِ مباحت کے دائرے تک محدود ہو جاتا ہے اور صبر ایک ایسی سواری بن جاتی ہے جس کے سوار کو گرنے کا اندیشہ باقی نہیں رہتا۔

آٹھواں اصول: توبہ و انابت:

اسلام کے روحانی نظام کا آٹھواں اصول توبہ ہے۔ اور شریعت میں توبہ کا مفہوم یہ ہے کہ برا ہونے کی وجہ سے گناہ کو ترک کر دیا جائے۔ ماضی میں گناہ کا جو ارتکاب ہوا اس پر ندامت کا اظہار کیا

جائے۔ آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم کیا جائے اور اگر کسی گناہ کا تدارک ممکن ہو تو اس کی کوشش کی جائے۔

(مفردات القرآن: ۱۴۸/۱، ۱۳۹)

توبہ کی جزا اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی مغفرت، فوز و فلاح اور جنت ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد حق تعالیٰ ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾

[البقرة: ۲۲۲]

”یقیناً اللہ بہت زیادہ توبہ کرنے والوں اور خوب پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

اس آیت سے واضح ہے کہ اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

﴿وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ

اهْتَدَى﴾ [طہ: ۸۲]

”اور بے شک میں یقیناً اس کو بہت بخشنے والا ہوں جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھے راستے پر چلے۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ گناہوں سے پاک کرنے والی خصلت ہے۔ بشرط کہ مکمل شرائط کے ساتھ کی جائے۔ نفسِ انسانی سچی توبہ کے نتیجے میں پاک اور صاف ہو جاتا ہے اور یہی تطہیر و پاکیزگی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو مطلوب ہے۔

نیز مطالعہ قرآن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ توبہ گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کرنے کا باعث بھی بن جاتی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ

يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا

رَحِيمًا﴾ [الفرقان: ۷۰]

”مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور

یہاں بہترین خطا کار اس کو قرار دیا ہے جو توبہ کر لے۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ بعض اوقات توبہ کرنے سے انسان کو قرب الہی کا وہ مقام مل جاتا ہے جو عام حالات میں نہیں مل پاتا۔

نیز محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

((توبوا الى الله فاني اتوب الى الله في اليوم

مائة مرة)) (صحیح مسلم، رقم الحديث: ۲۷۰۲)

”تم اللہ کے سامنے توبہ کیا کرو کیونکہ میں ایک دن میں سو دفعہ توبہ کرتا ہوں۔“

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کرنا نبیوں کی صفت ہے اور خود محمد رسول اللہ ﷺ بھی دن میں بہ کثرت توبہ کرتے تھے۔ انسان خطا کا پتلا ہے۔ اس لیے اس سے غلطی کا سرزد ہو جانا کوئی بعید نہیں لیکن جب وہ توبہ واستغفار کے ذریعے اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے تو اللہ اس کے درجات بلند کرتے ہوئے اس کو معاف فرما دیتا ہے۔ اسی لیے اللہ جل شانہ نے فرمایا:

((هُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ

السَّيِّئَاتِ)) [الشوری: ۲۵]

”اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر کرتا ہے۔“

اسی لیے اس آیت کی تفسیر میں علامہ عبدالرحمن بن ناصر السعدی لکھتے ہیں:

”ویمحوها ویمحو اثرها من العیوب وما اقتضته من العقوبات ویعود الثائب عنده کریمًا کانہ ما عمل سوءاً قط ویحبہ ویوفقه لما یقر به الیہ و لما كانت التوبة من الاعمال العظيمة.“ (تفسیر سعدی، ص: ۷۰۴)

نیز توبہ کے نتیجے میں انسان کو دو معنوں میں فلاح حاصل ہو جاتی ہے۔ ایک یہ کہ وہ جنت کا حق دار بن جاتا ہے اور دوسرا یہ کہ ہمیشہ کی نعمتیں اس کا مقدر بن جاتی ہیں۔ چنانچہ مشہور مفسر قرآن علامہ امین

اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“  
لہذا معلوم ہوا کہ توبہ اصلاح ذات اور تادیب نفس کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سب ایمان والوں کو توبہ کا حکم دیا ہے۔

((تُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ)) [النور: ۳۱]

”اور تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو اے مومنو! تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔“

نیز یہ ارشاد بھی فرمایا:

((يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا))

[التحریم: ۸]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ۔“

اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”التوبہ النصوح“ سے مراد یہ ہے کہ گناہ گار دوبارہ اس گناہ کا ارتکاب نہ کرے جس سے اس نے توبہ کی ہے۔ (تفسیر طبری: ۲۱۲/۲۸)

کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((التوبة النصوح الندم بالقلب والاستغفار باللسان والاقلاع بالبدن)) (تفسیر فتح القدیر، ص: ۱۵۰۷، مدارج السالکین: ۳۰۹/۱)

”توبہ النصوح یہ ہے کہ دل میں ندامت ہو، زبان پر استغفار ہو اور جسمانی طور پر اس گناہ سے باز آیا جائے۔“

رسول اکرم ﷺ نے بھی اپنی امت کو توبہ کی ترغیب دلائی۔

چنانچہ ایک دفعہ فرمایا:

((كل بنی آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون)) (جامع ترمذی)

”آدم کی ساری اولاد خطا کار ہے اور خطا کاروں میں بہترین وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔“



شقیلی ﷺ لکھتے ہیں:

”ومن تاب الى الله كما امره الله نال الفلاح بمعنيہ فانہ يفوز بالمطلوب الاعظم وهو الجنة ورضى الله تعالى و كذلك ينال البقاء الابدى فى النعيم و السرور.“

(تفسير اضواء البيان: ۵/ ۵۲۱)

توبہ کی اسی عظمت اور نفس انسانی پر اس کے بے مثل اثرات کے پیش نظر ہی رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اور دیگر لوگوں نے ان کی توبہ قبول ہونے پر مبارک باد دی تھی۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۳۰۸، ۶۳۰۹)

اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ توبہ کمال ایمان اور حسن اسلام کا سبب ہے۔ اللہ کی محبت اور رضا کا ذریعہ ہے اور نفس انسانی کی تطہیر و پاکیزگی کا بیش قیمت سامان ہے۔

اسی لیے امام ابوالقاسم قشیری نے اسے سالکین کی اول منزل قرار دیا ہے:

”التوبة اول منزل من منازل السالکين و اول مقام من مقامات الطالبين.“

(الرسالة القشيرية، ص: ۴۹)

### نواں اصول: ذکر الہی:

اسلام کے روحانی نظام کا نواں بنیادی اصول اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ذکر ہے اس سے روح انسانی سرشار ہو جاتی ہے۔ اطاعت الہی اور اتباع رسول اللہ ﷺ کے جذبات پرورش پاتے ہیں اور روح اس مقام پر پہنچ جاتی ہے کہ اللہ بھی ایسے انسان کا ذکر کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ﴾

[البقرة: ۱۵۲]

”سو تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری مت کرو۔“

مزید ارشاد ہوا۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا﴾

[الاحزاب: ۴۱]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کو یاد کرو، بہت یاد کرنا۔“

نیز یہ بھی ارشاد ہوا۔

﴿وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ﴾ [العنکبوت: ۴۵]

”اور یقیناً اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔“

نیز ذکر کرنے والوں کے لیے مغفرت اور اجر عظیم کی بشارت بھی سنائی گئی ہے:

﴿وَالَّذِكْرُ لِلَّهِ كَثِيرًا وَالدُّرُوتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ [الاحزاب: ۳۵]

”اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان کے لیے اللہ نے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔“

نیز ذکر کرنے والوں کو اولوالباب کا خطاب بھی دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَ اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ﴾ [آل عمران: ۱۹۰، ۱۹۱]

”بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں۔“

نیز ذکر کو تزکیہ نفس کا ذریعہ بھی قرار دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى﴾

[الاعلیٰ: ۱۴، ۱۵]



ذکر نہ کرنے سے انسان شیطان کا ہم نشین بن جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ۝﴾ [الزخرف: ۳۶]

”اور جو شخص رحمن کی نصیحت سے اندھا بن جائے ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، پھر وہ اس کے ساتھ رہنے والا ہوتا ہے۔“

قرآن و سنت کی تصریحات سے واضح ہو جاتا ہے کہ جس طرح ہماری مادی زندگی کے بقا کے لیے ہر وقت سانس کی آمد و رفت ضروری ہے اسی طرح ہماری روحانی زندگی کا ہمہ وقت محافظ ذکر الہی ہے۔

ذکر الہی اور اصلاح قلب:

جسد انسانی میں دل وہ لوٹھڑا ہے جس کی نظافت اور پاکیزگی کے بغیر روحانی طاقت، قوت اور عظمت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس امر کو رسول اکرم ﷺ نے یوں بیان کیا:

((الا وان فى الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله الا وهى القلب))

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۲۰۵۱، ۵۲)

”خبردار ہو! جسم میں ایک ٹکڑا ہے، اگر وہ درست ہو گیا تو سارا جسم درست ہو گیا۔ اور اگر وہ خراب ہو گیا تو سارے جسم میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔ اور خبردار ہو! وہ دل ہے۔“

دل انسانی افکار و خیالات، جذبات و احساسات اور تمام حرکات و سکنات کا محور ہے۔ دل کا بگاڑ پورے جسم کا بگاڑ ہے اور دل کی اصلاح سے روح و بدن کی اصلاح ہوتی ہے۔ اسی لیے رسول اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے:

((اللهم اجعل فى قلبى نورا))

(ایضاً، رقم الحدیث: ۶۳۱۶)

”اللہ! میرے دل میں نور (ہدایت) پیدا فرما۔“

”بے شک وہ کامیاب ہو گیا جو پاک ہو گیا۔ اور اس نے

اپنے رب کا نام یاد کیا، پس نماز پڑھی۔“

ذکر کی اسی اہمیت کی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مثل الذى يذكر ربه والذى لا يذكر ربه مثل الحى والميت))

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۴۰۷)

”اپنے رب کا ذکر کرنے والے اور ذکر نہ کرنے والے کی

مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔“

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عدم ذکر الہی کی بنا پر روح

مردہ ہو جاتی ہے اور انسان ﴿تَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسَاهُمْ اَنْفُسَهُمْ﴾

[الحشر: ۱۹] ”اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے

تو اس نے انہیں ان کی جانیں بھلوا دیں۔“ کا مصداق بن جاتا ہے۔

جبکہ ذکر الہی سے روح کو تقویت ملتی ہے۔

نیز محمد رسول اللہ ﷺ نے ہر وقت ذکر کرنے کی ترغیب دلاتے

ہوئے فرمایا:

((لا يزال لسانك رطبا من ذكر الله))

(جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۳۳۷۵)

”تیری زبان ہمہ وقت ذکر اللہ سے تر رہنی چاہیے۔“

اس کے برعکس ذکر الہی سے محرومی قساوت و شقاوت کا باعث بن

جاتی ہے۔ اور نفس سرکش اور طغیانی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اسی

لیے اللہ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَ

نَحْشُرُكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ اَعْمٰی﴾ [طہ: ۱۲۴]

”اور جس نے میری نصیحت سے منہ پھیرا تو بے شک اس

کے لیے تنگ گزران ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا

کر کے اٹھائیں گے۔“

اس آیت کا ماحصل یہی ہے کہ ذکر نہ کرنے والے کی زندگی تنگ

ہو جاتی ہے اور قیامت کے دن اس کو اندھا کر کے اٹھایا جائے گا۔ نیز

ہی اپنی غذا سمجھتے تھے:

قال ابن تیمیہ: هذه غدوتی ولولم اتغذ الغذاء

سقطت قوتی . (ایضاً، ص: ۸۴)

امام ابن قیم فوائد ذکر میں تحریر فرماتے ہیں:

انه قوت القلب و الروح فاذا فقد العبد صار

بمنزلة الجسم اذا حیل بینہ و بین قوته .

(ایضاً، ص: ۸۴)

”ذکر اللہ دل اور روح کی غذا ہے۔ جب بندہ اسے مفقود

پاتا ہے تو اس طرح ہو جاتا ہے جیسے جسمانی غذا مفقود ہونے

پر ہوتا ہے۔“

عبدالقادر احمد عطا مقدمہ عمل الیوم واللیلة میں لکھتے

ہوئے ذکر کا یہ فائدہ بتاتے ہیں:

تصفیة النفس و تخلیصها للروح و دوام

التوجه الوجدانی نحو اللہ تعالیٰ .

(کتاب عمل الیوم واللیلة، ص: ۶)

”(ذکر سے) تصفیہ نفس ہوتا ہے اور روح کے لیے نفس

خالص ہو جاتا ہے اور وجدانی توجہ اللہ کی طرف ہو جاتی ہے۔“

ان صراحتوں سے واضح ہے کہ سعادت ابدی اور تزکیہ روح کے

حصول کے لیے ذکر الہی ناگزیر ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هذا ما يحتاج الیه کل فرد ینشد السعادة و

یسعی لطمانیة القلب و هدوء النفس اذ لا

سعادة ولا طمانیة الا للذاکرین .

(کتاب الاذکار للنووی، ص: ۵)

ذکر الہی کے بغیر اللہ کی رضا عبث ہے۔ امام قشیری فرماتے ہیں:

ولا یصل احد الی اللہ تعالیٰ الا بدوام

الذکر . (الرسالة القشیریة، ص: ۱۱۰)

نیز ذکر الہی کی موجودگی میں انسان لغویات و خرافات سے بچا رہتا

ہے اور یوں خود بخود نفس انسانی کی تطہیر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ نواب

اور چونکہ دل کا ارادہ عمل پر سبقت لے جانے والا ہے اس لیے

دل کی اصلاح بدن کی اصلاح سے مقدم ہے اور تقویٰ جو روح انسانی

کے لیے لازم و ملزوم ہے صرف دل ہی سے متعلق ہے۔ چنانچہ رسول

اکرم ﷺ نے فرمایا:

((التقویٰ ههنا))

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۵۶۴)

”تقویٰ یہاں ہے۔“

اور اپنے دل کی طرف اشارہ کر کے یہ بات سمجھا دی کہ دل کی

پاکیزگی اور اطمینان کے بغیر تقویٰ کا حصول عبث ہے۔ اور تقویٰ کی

عدم موجودگی انسانی روح کے لیے سم قاتل ہے۔ چنانچہ اس مرض کا

علاج بھی اللہ کا ذکر ہی ہے۔ جو دل کی طہارت اور نظافت میں اہم

کردار ادا کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾ [الرعد: ۲۸]

”سن لو! اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔“

دل کی اس بنیادی اہمیت کے پیش نظر رسول اکرم ﷺ دعا فرمایا

کرتے تھے:

((يا مقلب القلوب ! ثبت قلبي على دينك))

(جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۳۵۲۲)

”اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر

ثابت فرما۔“

امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولا ریب ان القلب یصدأ کما یصدأ النحاس

والفضة و غیرهما فجلاؤه بالذکر .

(الوابل الصیب، ص: ۸۰)

”اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دل کو بھی چاندی اور تانبے

کی طرح پالش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کا صیقل

اللہ کا ذکر ہے۔“

نیز اپنے استاذ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ ذکر کو

صدیق حسن خان قنوجی لکھتے ہیں:

فمن عود لسانه ذكر الله صان الله لسانه عن  
الباطل و اللغو ومن يبس لسانه عن ذكر الله  
ترطب بكل لغو و باطل و فحش .

(نزل الابرار، ص: ۲۳)

طریقہ ذکر:

یہ نکتہ بھی انتہائی اہم ہے کہ وہی ذکر انسانی نفس کی پاکیزگی کا  
باعث بنتا ہے جو قرآن و سنت کے مطابق ہو۔ چنانچہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ  
نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ اذْكُرُواْ اللّٰهَ كَمَا هَدٰكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَٰكِنَ

الضّٰلِّیْنَ﴾ [البقرة: ۱۹۸]

”اس کو اس طرح یاد کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت دی ہے

اور بلاشبہ اس سے پہلے تم یقیناً گمراہوں سے تھے۔“

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿فَاذْكُرُواْ اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾

[البقرة: ۲۳۹]

”اللہ کو یاد کرو جیسے اس نے تمہیں سکھایا ہے، جو تم نہیں

جانتے تھے۔“

نیز ارشاد حق تعالیٰ ہے:

﴿وَ اذْكُرْ رَبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرَّعًا وَ خِیْفَةً وَ دُوْنَ

الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاَصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِنَ

الْغٰفِلِیْنَ﴾ [الاعراف: ۲۰۵]

”اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی سے اور خوف سے

اور بلند آواز کے بغیر الفاظ سے صبح و شام یاد کرو اور غافلوں

سے نہ ہو۔“

جب کہ رسول اللہ ﷺ نے بدعت کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

((من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو

رد)) (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۲۶۹۷)

موجودہ روحانیت کا یہ طریق کار جو لطائف، غیر مسنون  
مراقات، دوا، تجرد، ترک دنیا، قلب کو روشن کرنا اور اندھیرے میں  
نیلی پیلی روشنیاں دیکھنے پر مشتمل ہے قرآن و سنت سے ثابت نہیں۔  
ذکر صرف وہی ہے جس کی اللہ نے تعلیم دی ہو اور محمد رسول اللہ ﷺ  
نے اس کا نمونہ بتلایا ہو۔ اس لحاظ سے ذکر الہی میں سب سے اہم شے  
قرآن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن اپنے آپ کو ذکر کہتا ہے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾

[الحجر: ۹]

”بے شک ہم نے ہی یہ نصیحت نازل کی ہے اور بے شک ہم

اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں۔“

نماز بھی ذکر ہے:

﴿وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ﴾ [طہ: ۱۴]

”اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔“

اس میں رکوع بھی ہیں اور سجود بھی اور قرآن بھی شامل ہے۔ اسی  
طرح ذکر نماز کے علاوہ روزہ، حج، زکاة کی شکل میں بھی ہے اور  
روزمرہ معمولات کے ضمن میں مسنون اذکار بھی شامل ہیں جن کی تعلیم  
رسول اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دی۔

نیز ہر معاملے میں اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری بھی ذکر الہی میں  
شامل ہے۔ امام نووی تحریر فرماتے ہیں:

”اعلم ان فضیلة الذکر غیر منحصرۃ فی

التسبیح والتہلیل والتحمید والتکبیر و نحوھا

بل کل عامل اللہ تعالیٰ بطاعة فهو ذاکر اللہ

تعالیٰ۔“ (کتاب الاذکار للنووی، ص: ۹)

اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ آدمی زندگی کے تمام  
مشاغل چھوڑ کر بس یاد الہی کے لیے گوشہ نشین نہ ہو جائے بلکہ یاد کی  
اصلی برکت فکر معاش کی بھاگ دوڑ، تعلقات و روابط کی الجھنوں اور  
اقامت دین کی عملی اور علمی سرگرمیوں سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ نیز

ہے۔ مشہور صحابی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”القلب ملك والاعضاء جنوده فاذا طاب الملك طابت جنوده و اذا خبت خبت جنوده.“

(التحفة العراقية فى الاعمال القلبية، ص: ۹)

”دل بادشاہ ہے اور اعضائے جسم اس کا لشکر۔ اگر بادشاہ اچھا ہوگا تو لشکر خود بہ خود اچھا ہو جائے گا۔ اور اگر بادشاہ بُرا بن جائے گا تو سارا لشکر ہی بُرا ہو جائے گا۔“

اور ذکر الہی کی اسی اہمیت کے پیش نظر امام نصر سمرقندی لکھتے ہیں:

”ان فيه رقة القلب.“ (تنبيه الغافلين، ص: ۱۸۷)

یعنی ذکر الہی میں رقت قلب کا راز پنہاں ہے۔ (جاری ہے)

”قیاماً و قعوداً و علی جنوبہم“ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ذکر چلتی پھرتی زندگی میں مطلوب ہے۔ وہ شخص کس قدر خود غرض ہے جو برسہا برس سے جنگلوں اور ویرانوں میں مخالفت نفس کے لیے غیر مسنون مراقبے اور مجاہدے میں مشغول ہے جبکہ دوسری طرف کروڑوں انسان ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں اور ظلم و استحصال سے نجات حاصل کرنے کے منتظر ہیں۔

یہ امر طے شدہ ہے کہ مسنون ذکر الہی انشراح صدر کا بہت اہم ذریعہ ہے۔ شیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی لکھتے ہیں:

”ومن اكبر الاسباب لانشراح الصدر و طمانيته الاكثار من ذكر الله تعالى.“

(الوسائل المفيدة للحياة السعيدة، ص: ۲۱)

اور یہ بھی کہ ذکر الہی سے اصلاح قلب کا مرحلہ آسان ہو جاتا

### دارالحدیث اوکاڑا کی سالانہ کانفرنس

دارالحدیث اوکاڑا کی ۵۴ ویں سالانہ کانفرنس ۱۷ نومبر ۲۰۱۳ء بروز سوموار ہو رہی ہے۔ تفصیلی اشتہار جلد شائع ہوگا، ان شاء اللہ۔

(عبداللہ یوسف، ناظم دارالحدیث اوکاڑا۔ فون نمبر: 0312-4403173)

### خطیب کے ضرورت مند متوجہ ہوں

لاہور شہر کی تین اہم مساجد میں پینتیس سال کا تجربہ خطابت نیز شعبہ حفظ القرآن میں چالیس سالہ تجربہ کار تدریس کے حامل سے فوری رابطہ کریں۔ لاہور شہر کو ترجیح دی جائے گی۔ (رابطہ نمبر: 0300-4461165)

### خاں محمد اسلم خاں لاشاری کا انتقال

مرکزی جمعیت اہل حدیث شہر اوکاڑا کے سابق امیر، دارالحدیث اوکاڑا کی انجمن کے نائب صدر خاں محمد اسلم خاں لاشاری ۱۶ ستمبر ۲۰۱۳ء بروز سوموار وفات پا گئے۔ انا للہ ونا الیہ راجعون۔ بعد نماز ظہر جناح پارک میں ان کی نماز جنازہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی نے پڑھائی۔ دوسرا جنازہ راقم (عبداللہ یوسف) نے پڑھایا۔ اور ان کو ان کے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ ان کے چار بیٹے: ڈاکٹر عتیق الرحمن لاشاری، میاں محمود احمد لاشاری ایڈووکیٹ، میاں محمد عثمان لاشاری، انجینئر ڈاکٹر علی لاشاری آئی اسپیشلسٹ، اہلیہ، دو بیٹیاں و دیگر افراد پس ماندگان میں ہیں۔ مرحوم محکمہ تعلیم میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ دیانت دار، صالح خوتھے۔ دارالحدیث کے اساتذہ و طلباء، انتظامیہ جناب چوہدری انوار الحق صدر، میاں محمد زماں (سابق وفاقی وزیر)، چوہدری عبدالرحمن و دیگر احباب صدمہ میں شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔

(عبداللہ یوسف، ناظم دارالحدیث اوکاڑا۔ فون نمبر: 0312-4403173)

## فضائل حرمین شریفین

## مقامات مقدسہ کا عطر بیز تذکرہ

محمد طیب معاذ

میں کئی کھلی نشانیاں ہیں (جن میں سے ایک) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا مقام (عبادت) ہے جو شخص اس گھر میں داخل ہو وہ مامون و محفوظ ہو گیا۔“

ان آیات میں خانہ کعبہ کی پانچ خصوصیات ذکر کی گئی ہیں:

۱: خانہ کعبہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کا پہلا گھر ہونے کا شرف حاصل ہے۔

۲: خانہ کعبہ بابرکت مقام ہے۔

۳: خانہ کعبہ اہل عالم کے لیے مرکز رشد و ہدایت ہے۔

۴: خانہ کعبہ میں باری تعالیٰ کی کھلی نشانیاں شعائر اللہ مثل زمزم، مقام ابراہیم وغیرہ ہے۔

۵: اس گھر میں داخل ہونے والا امان کا مستحق بن جاتا ہے۔

یا کبیرہ جگہ:

دوسرے مقام پر خانہ کعبہ کی فضیلت و طہارت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَحَابَّةً لِلنَّاسِ وَآمَنَّا وَاتَّخَذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَاسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِطَاعَتِي لِلْعَالَمِينَ وَالْعُكْفَيْنِ وَالرُّكْعِ السُّجُودِ﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَكَ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

[البقرة: ۱۲۵-۱۲۷]

﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَىٰ

الْقُلُوبِ ۝﴾ [الحج: ۳۲]

”اور جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ بات دلوں کے تقویٰ سے تعلق رکھتی ہے۔“

شہر مکہ کا شمار اہل اسلام کے محبوب ترین شہروں میں ہوتا ہے۔ اہل اسلام کے دل اس ارض پاک کی محبت سے لبریز ہیں، فرزند ان اسلام کے دلوں کی سب سے بڑی خواہش اس قطعہ ارضی کی زیارت ہے۔ مکہ کی حاضری اور اس کے فیوض و برکات سمیٹنے کے لیے ”نبیل کے ساحل سے تاجناک کا شغرتیک“ کا ہر مسلم بے چین رہتا ہے۔

قرآن پاک میں مکہ مکرمہ کا ذکر خیر متعدد مقامات پر آیا ہے جس میں مکہ مکرمہ کی تاریخ، ارتقائی منازل اور مکہ مکرمہ میں موجود دیگر مشاعر مقدسہ کو مختلف پیرائے میں بیان کیا گیا ہے چند ایک قرآنی مقامات درج ذیل ہیں:

بابرکت مقام:

خانہ کعبہ کو قرآن پاک نے بابرکت مقام قرار دیا ہے جیسا کہ ارشادِ بانی ہے:

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ ۝ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا﴾ [آل عمران: ۹۶، ۹۷]

”بلاشبہ سب سے پہلا گھر (عبادت گاہ) جو لوگوں کے لیے تعمیر کیا گیا وہی ہے جو مکہ میں واقع ہے، اس گھر کو بרכת دی گئی اور تمام جہان والوں کے لیے مرکز ہدایت بنایا گیا۔ اس



(امن و جمعیت کے) قیام کا ذریعہ بنادیا ہے۔“

مقامِ محبوب:

جد الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے باری تعالیٰ سے دعا کی کہ وادی مکہ کی محبت ہر کلمہ گو کے دل میں جاگزیں کر دی جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ۝﴾ [ابراہیم: ۳۷]

”اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے قابلِ احترام گھر کے پاس ایسے میدان میں لا بسایا ہے جہاں کوئی کھیتی نہیں تاکہ وہ نماز قائم کریں۔ پروردگار! لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انھیں کھانے کو پھل مہیا فرما۔ توقع ہے کہ یہ شکر گزار رہیں گے۔“

امن والی جگہ:

﴿وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ﴾ [النحل: ۱۱۲]

”اللہ تعالیٰ ایک بستی کی مثال بیان کرتا ہے جو امن و چین سے رہتی تھی اور ہر طرف سے اس کا رزق اسے بفرانت پہنچ رہا تھا۔“

دوسری جگہ مکہ کی قسم اٹھائی اور فرمایا:

﴿وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۝﴾ [التین: ۳]

”اور اس پر امن شہر (مکہ) کی قسم۔“

بہترین جگہ:

رسول معظم ﷺ نے مکہ کی سرزمین کو بہترین قرار دیتے ہوئے فرمایا:

((ان عبد الله بن عدي بن حمراء الزهري قال: رأيت رسول الله ﷺ على راحلته واقفا بالحزورة يقول: والله إنك لخير أرض الله

”اور جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لیے عبادت گاہ اور امن کی جگہ قرار دیا (تو حکم دیا کہ) مقامِ ابراہیم کو جائے نماز بناؤ اور سیدنا ابراہیم اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو تاکید کی کہ وہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے صاف ستھرا رکھیں۔ اور جب ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی کہ اے میرے پروردگار! اس جگہ کو امن کا شہر بنا دے اور اس کے رہنے والوں میں سے جو کوئی اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لائیں انھیں پھلوں کا رزق عطا فرما۔ اللہ نے فرمایا: ”اور جو کوئی کفر کرے گا تو اس چند روزہ زندگی کا سامان تو میں اسے بھی دوں گا مگر آخرت میں اسے دوزخ کے عذاب کی طرف دھکیل دوں گا اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ اور جب ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو انھوں نے دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار! ہم سے (یہ خدمت) قبول فرمالے۔ بلاشبہ تو ہی سب کی سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔“

رسول معظم ﷺ کی شدید خواہش تھی کہ مکہ میں موجود مسجد حرام کو قبلہ بنایا جائے چنانچہ نبی کریم ﷺ کی خواہش کو پورا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [البقرة: ۱۴۴]

”ہم تمہارے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔ لہذا ہم آپ کو اسی قبلے کی طرف پھیر دیتے ہیں جو آپ کو پسند ہے۔ سو اب آپ اپنا رخ مسجد الحرام (کعبہ) کی طرف پھیر لیجیے۔“

﴿جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِبْلًا لِلنَّاسِ﴾ [المائدة: ۹۷]

”اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو قابلِ احترام گھر ہے لوگوں کے لیے



و مغرب کے درمیان جتنی چیزیں ہیں سب کو یہ دونوں روشن کر دیتے۔“

حجر اسود کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: إن لهذا الحجر لسانا وشفعتين يشهد لمن استلمه يوم القيامة بحق. (مسند احمد: ۲۶۴۰۷)

”سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن یہ حجر اسود اس طرح آئے گا کہ اس کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہوں گے اور یہ اس شخص کے حق میں گواہی دے گا جس نے اس کا استلام کیا ہوگا۔“

مکہ میں اسلحہ کی نمائش حرام ہے:

عن جابر بن عبد الله قال: سمعت النبي ﷺ يقول: لا يحل لأحد أن يحمل السلاح بمكة. (سلسلة الصحيحة: ۲۹۳۸)

”سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی آدمی کے لیے مکہ میں اسلحہ اٹھانا جائز نہیں۔“

مکہ حرم والی جگہ:

مکہ مکرمہ میں رسول معظم ﷺ نے قتال و فساد کو تا قیامت ممنوع و حرام قرار دیا ہے۔ سنن ابی داؤد کی صحیح روایت میں رسول معظم ﷺ نے حرمت مکہ کے متعلق تفصیلی احکامات جاری کیے جو کہ درج ذیل ہیں:

عن أبي هريرة قال: لما فتح الله جل وعلا على رسوله ﷺ مكة قتلت هذيل رجلا من بني ليث بقتيل كان لهم في الجاهلية قبل ذلك رسول الله ﷺ فقام فقال: إن الله جل وعلا حبس الفيل عن مكة وسلط عليها رسوله والمؤمنين وإنها تحل لأحد كان

وأحب أرض الله إلى الله ولولا أني أخرجت منك ما خرجت.))

(صحیح ابن حبان: ۳۷۰۰ صححہ الألبانی)

”سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو حوزہ کے مقام پر کھڑے ہو کر فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کی قسم اے مکہ تو اللہ کی ساری زمین سے بہتر اور اللہ کے نزدیک پوری زمین سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر مجھے یہاں سے جانے پر مجبور نہ کیا جاتا تو ہرگز نہ جاتا۔“

عزیز ترین شہر:

عن ابن عباس، قال: قال رسول الله ﷺ: ما أطيبك من بلدة وأحبك إلي ولولا أن قومي يخرجوني منك ما سكنت غيرك.

(صحیح ابن حبان: ۳۷۰۱)

”سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ سے فرمایا تو کتنا اچھا شہر ہے اور مجھے کتنا عزیز ہے اگر مجھے میری قوم یہاں سے نہ نکالتی تو میں تیرے علاوہ کہیں نہ ٹھہرتا۔“

مکہ میں موجود مشاعر مقدسہ کی اہمیت کا اندازہ اس فرمان محمدی ﷺ سے لگایا جاسکتا ہے:

سمعت رسول الله ﷺ يقول: وهو مسند ظهره إلى الكعبة: الركن والمقام يا قوتتان من يواقيت الجنة ولولا أن الله طمس على نورهما لأضاءتا ما بين المشرق والمغرب. ”عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول معظم ﷺ کعبہ کے ساتھ پیٹھ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ رکن یمانی اور مقام ابراہیم جنت کے ہیروں میں سے ہیرو ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی کو بجھایا نہ ہوتا تو مشرق

قبلی ولا تحل لأحد بعدی وإنما أحلت لی ساعة من نهار وإنما ساعتی هذه ثم هی حرام لا یعضد شجرها ولا یختلی شوکھا ولا یلتقط ساقطها إلا لمنشد ومن قتل له قتیل فهو بخیر النظرین: إما أن یقتل وإما أن یفدی فقام رجل من الیمن یقال له: أبو شاه فقال: یا رسول الله اکتبوا لی فقال رسول الله ﷺ: اکتبوا لأبی شاه ثم قام العباس فقال: یا رسول الله إلا الإذخر فإننا نجعله فی قبورنا وفی بیوتنا فقال رسول الله ﷺ: إلا الإذخر. (سنن ابی داود، صححه الالبانی)

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر مکہ کو فتح فرمایا تو آپ ﷺ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنائیاں کی پھر فرمایا کہ اللہ نے مکہ سے ہاتھی والوں کو روکا تھا اور اللہ نے مکہ پر اپنے رسول ﷺ اور مومنوں کو غلبہ عطا فرمایا اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے بھی مکہ حلال نہیں تھا اور میرے لیے بھی ایک دن کے کچھ وقت کے لیے حلال ہوا تھا اور اب میرے بعد بھی کسی کے لیے حلال نہیں ہوگا اس لیے یہاں سے شکار بھگایا نہ جائے (یعنی شکار ممنوع ہے) اور نہ ہی یہاں کے کانٹے کاٹے جائیں اور نہ ہی یہاں کی گری ہوئی چیز کسی کے لیے حلال ہے سوائے اعلان کرنے والے کے یعنی گمشدہ چیز کو اٹھا کر اگر اس کا اعلان کرے اسے اس کے مالک تک پہنچائے تو اس کے لیے حلال ہے اور جس آدمی کو کوئی قتل کر دے تو اس کے لواحقین کے لیے دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے: یا اس کی دیت لے لے یا اسے قصاصاً قتل کر دے۔ ابو شاہ رضی اللہ عنہ کھڑا ہوا جو یمن کا ایک آدمی تھا اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے یہ لکھوادیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

ابوشاہ کو لکھ دو۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! اذخر (گھاس) کو مستثنیٰ فرمادیں کیونکہ ہم اسے اپنی قبروں اور گھروں میں استعمال کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے اذخر (گھاس) کو مستثنیٰ فرمادیا (یعنی حرم کی حدود میں گھاس کاٹنے کی اجازت ہے۔)“

مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنا منع ہے:  
رسول معظم ﷺ نے مکہ جیسے مقدس شہر سے نقل مکانی سے منع فرمایا ہے:  
عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال النبی ﷺ: یوم افتتح مکة لا هجرة ولكن جهاد ونية. (صحیح بخاری: ۱۸/۳)  
”سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جس دن مکہ فتح کیا تو فرمایا کہ ہجرت باقی نہ رہی۔ لیکن جہاد اور نیت ہے۔“

فضائل مدینہ منورہ:

مکہ مکرمہ میں جب فرزند ان اسلام اور پیغمبر پر اعلان توحید کی پاداش میں عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تو رب تعالیٰ نے اہل اسلام کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اجازت مرحمت فرمائی۔ امام رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں تھے کہ آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَقُلْ رَبِّ ادْخُلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاَجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا﴾

[الاسراء: ۸۰]

”اور دعا کیا کریں کہ اے میرے پروردگار! مجھے جہاں لے جا اچھی طرح لے جا اور جہاں سے نکال اچھی طرح نکال اور میرے لیے اپنے پاس سے غلبہ اور امداد مقرر فرمادے۔“  
امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اچھی طرح داخل کرنے سے مراد مدینہ میں داخل کرنا

اور اچھی طرح نکالنے سے مراد مکہ سے نکالنا ہے۔

(تفسیر طبری لمخص القرآن ابن کثیر)

اس ارض پاک کے ساتھ بھی اہل اسلام کی خصوصی عقیدت وابستہ ہے۔ باری تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے مستقل ٹھکانے کے لیے اسی مقدس ارض کا انتخاب فرمایا اور اسلام کی ضیاء پاشیوں کا منبع و مرکز بھی یہی شہر عظیم ہے۔ مدینہ منورہ کی عظمت قرآن اور صاحب قرآن نے متعدد مقامات پر بیان کی ہے جن میں چند ایک اہم مقام ذیل میں دیے جا رہے ہیں:

﴿الْمُ تَكُنْ اَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا﴾

[النساء: ۹۷]

”کیا اللہ کی زمین میں کسادگی نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے۔“  
بعض مفسرین نے ”ارض اللہ“ سے مراد مدینہ طیبہ لیا ہے۔ یہاں پر اللہ نے مدینہ کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔  
ایمان والی سرزمین:

عن أبي هريرة رضي الله عنه، أن رسول الله ﷺ، قال: إن الإيمان ليأرز إلى المدينة كما تأرز الحية إلى جحرها.

(صحيح بخاری، رقم الحديث: ۱۸۷۶)

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان مدینہ کی طرف سمت کر آئے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں سمت آتا ہے۔“  
دعائے نبوی سے معمور سرزمین:

عن أبي هريرة، انه قال: كان الناس إذا رأوا أول الثمر جاء وابه إلى النبي ﷺ، فإذا أخذه رسول الله ﷺ، قال: اللهم بارك لنا في ثمرنا، وبارك لنا في مدينتنا، وبارك لنا في صاعنا، وبارك لنا في مدنا، اللهم إن إبراهيم عبدك و خليلك و نبيك، وإني عبدك

ونبيك، وإنه دعاك لمكة، وإني أدعوك للمدينة بمثل ما دعاك لمكة، ومثله معه، قال: ثم يدعوا أصغر وليد له فيعطيه ذلك الثمر. (صحيح مسلم، رقم الحديث: ۱۳۷۳)  
”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب لوگ پہلی بار کا پھل کاٹتے تو وہ اسے نبی ﷺ کی طرف لے آتے تو رسول اللہ ﷺ اسے پکڑتے اور دعا فرماتے: اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے پھلوں میں برکت عطا فرما اور ہمارے لیے ہمارے شہر میں برکت عطا فرما اور ہمارے لیے ہمارے صاع میں برکت عطا فرما اور ہمارے لیے ہمارے مُد میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے اور تیرے خلیل اور تیرے نبی ہیں اور میں تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں اور انھوں نے مکہ کے لیے تجھ سے دعا کی تھی اور میں مدینہ کے لیے تجھ سے ان دعاؤں کا دو گنا کی دعا کرتا ہوں جو تجھ سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لیے کی تھیں۔ پھر آپ ﷺ کسی چھوٹے بچے کو بلا کر اسے یہ پھل عطا فرماتے۔“  
مدینہ میں شرانگیزی کی ممانعت اور حرم مدنی کا بیان:

عن علي قال: ما كتبنا عن رسول الله ﷺ إلا القرآن وما في هذه الصحيفة قال: قال رسول الله ﷺ: المدينة حرام ما بين عير إلى ثور فمن أحدث حدثاً فيها أو آوى محدثاً فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين لا يقبل منه صرف ولا عدل. (سنن أبي داود)

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن اور اس صحیفے کے علاوہ کچھ نہیں لکھا (صحیفہ سے مراد دیت کے وہ احکام ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو لکھوائے تھے اور وہ ان کی تلوار کے نیام میں رہتے تھے۔) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مدینہ والوں کو تکلیف دینے کا ارادہ کرے گا تو اللہ اسے ایسے پگھلا دے گا جیسا کہ پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔“  
شفاعت مصطفیٰ ﷺ کے مستحقین:

مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے تکالیف پر صبر کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

عن یحسں ، مولی الزبیر ، أخبرہ أنہ کان جالسا عند عبد اللہ بن عمر فی الفتنة ، فأتته مولاة له تسلم علیہ ، فقالت : إني أردت الخروج ، یا أبا عبد الرحمن ، اشتد علينا الزمان ، فقال لها عبد اللہ : اقعدی لكاع ، فإني سمعت رسول اللہ ﷺ ، يقول : لا یصبر علی لأوائها وشدتها أحد ، إلا كنت له شهيدا أو شفيعا يوم القيامة .

(صحیح مسلم، رقم الحدیث : ۱۳۷۷)

”سیدنا یحسں مولیٰ زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ خبر دیتے ہیں کہ میں فتنے کے دور میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کی آزاد کردہ باندی ان کے پاس آئی اور اس نے آپ کو سلام کیا اور عرض کرنے لگی کہ اے ابو عبد الرحمن ہم پر زمانے کی سختی ہے اور معاشی حالات کی تنگی ہے جس کی وجہ سے میں نے یہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا ہے تو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے فرمایا کہ یہیں بیٹھی رہو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو آدمی مدینہ کی تکلیفوں اور اس کی سختیوں پر صبر کرے گا تو میں اس کی سفارش کروں گا یا آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دوں گا۔“

نوٹ: شارحین حدیث نے فتنہ سے واقعہ حرہ مراد لیا ہے۔

مدینہ میں سکونت کی ترغیب:

عن سفیان بن أبی زہیر ، قال : قال رسول

مدینہ عاز سے لے کر ثور تک حرم ہے جو کوئی دین میں نئی بات نکالے یا ایسے شخص کو پناہ دے اس پر اللہ فرشتوں اور تمام لوگوں کی طرف سے لعنت ہے ایسے شخص کا نہ فرض قبول ہوگا اور نہ نفل اور تمام مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے جب ان میں سے کسی آدمی شخص نے کسی کافر کو پناہ دی اور کسی مسلمان نے اس کی پناہ کو توڑا تو اس پر اللہ فرشتوں اور تمام لوگوں کی طرف سے لعنت ہے ایسے شخص کی نہ نفل عبادت قبول ہے نہ فرضی۔“  
اہل مدینہ کو فریب دینا منع ہے:

عن عائشة ہی بنت سعد ، قالت : سمعت سعدا رضی اللہ عنہ ، قال : سمعت النبی ﷺ ، يقول : لا یکید أهل المدينة أحد ، إلا انماع کما ينماع الملح فی الماء .

(صحیح بخاری، رقم الحدیث : ۱۸۷۷)

”عائشہ بنت سعد، سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتی ہیں انھوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اہل مدینہ سے جو شخص بھی فریب کرے گا وہ اس طرح گھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔“  
اہل مدینہ کو تکلیف دینا منع ہے:

عن أبی عبد اللہ القراظ ، قال : سمعته يقول : سمعت أبا هريرة ، وسعدا ، يقولان : قال رسول اللہ ﷺ : اللهم بارک لأهل المدينة فی مدہم وساق الحدیث وفیہ : من أراد أهلها بسوء ، أذابه الله کما یذوب الملح فی الماء . (صحیح مسلم، رقم الحدیث : ۱۳۸۷)

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا سعد رضی اللہ عنہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ! اہل مدینہ کے لیے ان کے مد میں برکت عطا فرما۔ آگے حدیث اسی طرح ہے جیسے گزری اور اس حدیث میں ہے کہ جو آدمی

### یا کیزہ معاشرہ

عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، قال: لما خرج النبی ﷺ إلى أحد، رجع ناس ممن خرج معه، وكان أصحاب النبی ﷺ فرقتين: فرقة تقول: نقاتلهم، وفرقة تقول: لا نقاتلهم، فنزلت ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُتَفِقِينَ فِتْنَيْنِ وَاللَّهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوا﴾ [النساء: ۸۸] وقال: إنها طيبة، تنفى الذنوب، كما تنفى النار خبث الفضة.

(صحيح بخاری، رقم الحديث: ۴۰۵۰)

”زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ احد کی لڑائی کے لیے نکلے تو کچھ لوگ جو آپ ﷺ کے ساتھ نکلے تھے واپس لوٹ گئے صحابہ کرام میں ان کے متعلق دو گروہ ہو گئے ایک گروہ کا خیال تھا کہ ان کو قتل کرنا چاہیے دوسرے گروہ نے کہا نہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی یہ آیت نازل فرمائی: ”مسلمانو! تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو گئے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو کفر کی طرف لوٹا دیا ہے۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ طیبہ ہے وہ گناہ گاروں کو اس طرح نکال کر پھینک دیتا ہے جیسے بھٹی چاندی کا میل نکال دیتی ہے۔“

دوسری روایت میں ارشاد فرمایا:

عن جابر بن عبد الله، أن أعرابيا بايع رسول الله ﷺ، فأصاب الأعرابي وعك بالمدينة، فأتى النبي ﷺ، فقال: يا محمد، أقلني بيعتي، فأبى رسول الله ﷺ، ثم جاءه، فقال: أقلني بيعتي، فأبى، ثم جاءه،

الله ﷻ: تفتح الشام، فيخرج من المدينة قوم بأهلهم ييسون، والمدينة خير لهم لو كانوا يعلمون، ثم تفتح اليمن فيخرج من المدينة قوم بأهلهم ييسون، والمدينة خير لهم لو كانوا يعلمون، ثم تفتح العراق، فيخرج من المدينة قوم بأهلهم ييسون، خير لهم لو كانوا يعلمون.

(صحيح مسلم، رقم الحديث: ۱۳۸۸)

”سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب ملک شام فتح کیا جائے گا تو مدینہ سے ایک قوم اپنے گھر والوں کو لے کر اپنے اونٹوں کو ہنکاتے ہوئے نکلے گی اور مدینہ ان کے لیے بہتر ہے کاش کہ وہ لوگ جان لیں، پھر یمن فتح کیا جائے گا تو پھر ایک قوم اپنے گھر والوں کو لے کر اپنے اونٹوں کو ہنکاتے ہوئے نکلے گی اور مدینہ ان کے لیے بہتر ہے کاش کہ وہ لوگ جان لیں۔ پھر عراق فتح کیا جائے گا تو مدینہ سے ایک قوم اپنے گھر والوں کو لے کر اور اپنے اونٹوں کو ہنکاتے ہوئے نکلے گی اور مدینہ ان کے لیے بہتر ہے کاش کہ وہ لوگ جان لیں۔“

مدینہ میں موت کی فضیلت:

عن ابن عمر، قال: قال رسول الله ﷺ: من استطاع أن يموت بالمدينة فليمت بها، فإنني أشفع لمن يموت بها.

(سنن النسائي: ۳۹۱۷)

”ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس سے ہو سکے کہ مدینہ منورہ میں فوت ہو تو وہ مدینہ میں فوت ہونے کی کوشش کرے کیونکہ جو یہاں فوت ہوگا میں اس کی شفاعت کروں گا۔“



فقال: أقلنى بيعتى فأبى، فخرج الأعرابى،  
فقال رسول الله ﷺ: إنما المدينة كالكبير،  
تنفى خبثها، وينصع طيبها.

(صحیح مسلم، رقم الحديث: ۱۳۸۳)

”جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تو اس دیہاتی کو مدینہ میں شدید بخار ہو گیا تو نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا اے محمد ﷺ میری بیعت واپس لوٹا دو تو رسول اللہ ﷺ نے انکار فرمایا وہ پھر آپ ﷺ کے پاس لوٹا تو رسول اللہ ﷺ نے انکار فرمایا وہ پھر آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ میری بیعت واپس لوٹا دو تو آپ ﷺ نے انکار فرمایا تو وہ دیہاتی مدینے سے نکل گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ بھٹی کی طرح ہے جو اس میں آئے وہ اس کے میل کچل وغیرہ کو دور کرتا ہے اور اس کے پاک کو خالص اور صاف ستھرا بناتا ہے۔“

مدینہ کی محبت کی وجہ سے رسول معظم ﷺ اہل مدینہ سے بھی محبت کیا کرتے تھے۔

عن عدی بن ثابت، قال: سمعت البراء یحدث عن النبی ﷺ أنه قال فی الأنصار: لا یحبهم إلا مؤمن، ولا یبغضهم إلا منافق من أحبهم أحبه الله ومن أبغضهم أبغضه الله. (صحیح مسلم، رقم الحديث: ۷۵)

”عدی بن ثابت نے کہا کہ میں نے براء رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ سے یہ بیان کرتے ہوئے سنا جو آپ ﷺ نے انصار کے متعلق فرمایا تھا: ان سے مؤمن ہی محبت کرے گا اور منافق ہی بغض رکھے گا جو ان سے محبت کرے اللہ اسے محبوب بنائے اور جو ان سے بغض رکھے وہ اللہ کے ہاں مبغوض ہو۔“

دجال سے محفوظ شہر:

أن أبا سعيد الخدري، قال: حدثنا رسول

الله ﷺ يوماً حديثاً طويلاً عن الدجال، فكان فيما حدثنا، قال: يأتى، وهو محرم عليه أن يدخل نقاب المدينة، فينتهى إلى بعض السباخ التى تلى المدينة.

(صحیح مسلم، رقم الحديث: ۲۹۳۸)

”ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ہم سے دجال کے متعلق ایک لمبی حدیث بیان کی اسی حدیث کے درمیان ہمیں آپ ﷺ نے بتایا کہ وہ آئے گا لیکن مدینہ کی گھاٹیوں میں داخل ہونا اس پر حرام ہوگا وہ مدینہ کے قریب بعض بنجر زمینوں تک ہی پہنچ پائے گا۔“ صحیح بخاری میں ارشاد نبوی ہے:

ليس من بلد إلا سيطوه الدجال، إلا مكة، والمدينة، ليس له من نقابها نقب، إلا عليه الملائكة صافين يحرسونها، ثم ترجف المدينة بأهلها ثلاث رجفات، فيخرج الله كل كافر ومنافق.

(صحیح بخاری، رقم الحديث: ۱۸۸۱)

”انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی شہر ایسا نہیں ہے جس کو دجال پامال نہ کرے گا مگر مدینہ اور مکہ کہ وہاں داخل ہونے کے جتنے راستے ہیں ان پر فرشتے صف بستہ ہوں گے اور ان کی نگرانی کریں گے۔ پھر مدینہ کی زمین مدینہ والوں پر تین بار کانپے گی اللہ تعالیٰ ہر کافر اور منافق کو وہاں سے باہر کر دے گا۔“ دوسرے مقام پر خوشخبری دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

أبشروا معشر المسلمين لا يدخلها الدجال - يعنى المدينة - . (صحیح ابن حبان)

”اے گروہ مسلمانان! خوش ہو جاؤ مدینہ میں دجال داخل نہیں ہوگا۔“



اہل مدینہ کو خوف میں مبتلا کرنا سخت منع ہے:

عن محمد بن جابر بن عبد اللہ عن أبيه قال:

قال رسول الله ﷺ: من أخاف أهل المدينة

أخافه الله. (صحيح ابن حبان)

”محمد بن جابر بن عبد اللہ اپنے والد سے بیان فرماتے ہیں کہ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو اہل مدینہ کو ڈراتا ہے تو اس

کو اللہ تعالیٰ خوف میں مبتلا کر دیتے ہیں۔“

جنتی زمین:

مدینہ میں موجود مشاعر مقدسہ کے بارے میں بھی متعدد فضائل

وارد ہوئے ہیں، مثلاً:

عن أبي هريرة، عن النبي ﷺ قال: ما بين

بيتي ومنبري روضة من رياض الجنة.

(صحيح ابن حبان)

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کے

درمیان والا زمین کا ٹکڑا جنت کے باغوں میں سے ایک

باغ ہے۔“

مدینہ کی کھجوروں کی عظمت:

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من أكل سبع تمرات مما بين لابتيها حين

يصبح لم يضره سم حتى يمسي.

(صحيح مسلم، رقم الحديث: ۲۰۴۷)

”جو آدمی صبح کے وقت (مدینہ منورہ) میں دو سیاہ پتھروں

والے میدانوں کے درمیان والی کھجوروں سے سات عدد

کھجوریں کھائے، اسے شام ہونے تک کوئی زہر نقصان نہیں

پہنچا سکتا۔“

خاص طور مدینہ کی عجوہ کھجور کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من تصبح كل يوم سبع تمرات عجوة لم

يضره في ذلك اليوم سم ولا سحر. (صحيح

بخاری، رقم الحديث: ۵۴۴۵، صحيح مسلم،

رقم الحديث: ۲۰۴۷)

”جو شخص صبح کے وقت سات عدد عجوہ کھجوریں کھائے اسے

اس دن زہر اور جادو کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔“

اہل علم نے اپنی تصانیف میں شہر مدینہ کے متعدد نام ذکر کیے،

احادیث نبویہ میں بھی اس مقدس بستی کو متعدد اسماء کے ساتھ ذکر کیا

ہے۔ احادیث سے مدینہ کے تقریباً ۲۵ ناموں کا علم ہوتا ہے جن میں

سے اہم ترین درج ذیل ہیں:

المحفوظة۔ مدخل صدق (سورۃ بنی اسرائیل میں

مدخل صدق سے مراد اکثر مفسرین نے مدینہ منورہ مراد لیا ہے۔) دار

الایمان، طيبة، المحروسة، المحفوظة، الايمان،

ارض الهجرة.

اہل علم بیان کرتے ہیں کہ کسی چیز کے زیادہ نام بھی اس چیز کی

فضیلت و عظمت پر دلالت کتناں ہوتے ہیں۔

مدینہ طیبہ میں کثرت سے مشاعر مقدسہ بھی ہیں جن کا شمار شعائر

اللہ میں ہوتا ہے۔ مسجد نبوی کا شمار شہر مقدس کے اہم ترین مشاعر میں

ہوتا ہے۔ اس مسجد کی فضیلت بیان کرتے ہوئے نبی مکرم ﷺ نے

ارشاد فرمایا:

لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد

مسجدي هذا ومسجد الحرام ومسجد

الأقصى. (متفق عليه)

”ثواب کی نیت سے صرف تین مساجد کی طرف سفر کیا

جاسکتا ہے میری یہ مسجد (مسجد نبوی) مسجد حرام اور مسجد

اقصی۔“

مسجد نبوی میں ایک نماز ادا کرنا دوسری مسجد میں ایک ہزار نماز سے

بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔ (صحیح بخاری: ۱۱۹۰)

دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله ﷺ: من جاء مسجدی هذا، لم یأت إلا لخیر یتعلمه أو یعلمه، فهو بمنزلة المجاهد فی سبیل الله. (مسند أحمد: ۹۴۱۹)

”جو آدمی میری اس مسجد میں صرف بھلائی کو سکھانے یا سکھنے کے لیے آتا ہے وہ اس مجاہد کی قدر و منزلت کا مستحق ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کر رہا ہو۔“

مسجد نبوی میں باجماعت چالیس نمازیں ادا کرنے والا انسان آگ سے بری، عذاب سے آزاد اور منافقت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ (طبرانی اوسط و رجالہ ثقات)

محمد عربی ﷺ کو مدینہ منورہ سے شدید محبت تھی، رسول معظم ﷺ سفر سے واپسی پر مدینہ کے در و دیوار دیکھتے تو سواری کو تیز کر دیتے تاکہ آپ ﷺ جلد از جلد اپنی محبوب سرزمین پر قدم رنجر فرمائیں۔ اہل علم نے فضل مدینہ کے تحت اس نکتے کو بھی ذکر کیا ہے کہ شہر مدینہ وہ عظیم شہر ہے جو خالص دعوت و تبلیغ کے ذریعے فتح ہوا اس کو فتح

کرنے کے لیے اہل اسلام نے تلوار نہیں اٹھائی۔

اہل مدینہ کے لیے احرام زیب تن کرنے کا میقات طویل مسافت پر واقع ہے تاکہ اہل مدینہ زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب سمیٹ سکیں۔ مدینہ کی عظمت و فضیلت امام مالک کے اس اصول سے بھی مترشح ہوتی ہے جس میں انھوں نے خبر واحد کے مقابلے میں اہل مدینہ کے اجماع کو فوقیت دی ہے۔

## الاعتصام

ایک علمی، اصلاحی اور دعوتی جریدہ ہے، اس کے فروغ اور توسیع اشاعت میں بھرپور حصہ لیں۔ اس سے مالی تعاون کرنا آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔ (ادارہ)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے جد امجد امام عبدالسلام رحمہ اللہ کی فقہ الحریث کی بلند پایہ کتاب

## منتقى الاخبار (مترجم)

- امام عبدالسلام رحمہ اللہ جد امجد شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی یہ کتاب معاشرتی مسائل و احکام پر جامعیت کے لحاظ سے ایک خاص مقام و مرتبے کی حامل ہے، اس میں چار ہزار احادیث مبارکہ عربی متن اور اردو ترجمہ کے ساتھ جمع کی گئی ہیں۔
- اس عظیم کتاب کا سلیس اردو ترجمہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد داؤد راعب رحمہ اللہ نے فرمایا تھا۔ اس پر نظر ثانی، تنقیح و تہذیب مولانا محمد ابو بکر صدیق السنفی رحمہ اللہ نے فرمائی ہے۔

○ یہ اہم کتاب ۶ مضبوط جلدوں پر مشتمل ہے۔ عمدہ گلیر کاغذ، کمپیوٹر کمپوزنگ قیمت =/۲۰۰ روپے عام رکھی گئی ہے۔

ناشر: دار الدعوة السلفیہ، ۳۱- شیش محل روڈ لاہور۔ پوسٹ کوڈ ۵۴۰۰۰

## ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

کیا نمرود نے بابل میں جب دعویٰ خدائی کا  
جہاں میں عام شیوہ ہو گیا جب خود ستائی کا  
اندھیرا ہی اندھیرا کفر نے ہر سمت پھیلایا  
تو ابراہیم کو اللہ نے مبعوث فرمایا  
مٹا ڈالے بتوں کو توڑ کر اودھام مرسل نے  
دیا بندوں کو پھر اللہ کا پیغام مرسل نے  
کیا شیطان کو رسوا عدو جان و دیں کہہ کر  
کیا سینوں کو روشن لا اُحِبُّ الْاَفْلٰہِیْنَ کہہ کر  
مگر نمرود کو بھائیں نہ یہ باتیں بھلائی کی  
کہ مسند چھوڑنی پڑتی تھی کافر کو خدائی کی  
ہوا یہ بندہ شیطان خلیل اللہ کا دشمن  
چراغ حق بجھانے کو کیا آتش کدہ روشن  
خلیل اللہ کو اس نے بھڑکتی نار میں ڈالا  
مگر اللہ نے نمرود کا منہ کر دیا کالا  
بُروے کار آیا آج پھر وہ نورِ پیشانی  
ہوئی آگ ایک پل میں کوثر و تسنیم کا پانی

(ابوالاثر حفیظ جالندھری)